جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ / جنوری ۲۰۱۹ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ

شمارہ ۴ جلد ۵۴

ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ / جنوری ۲۰۱۹ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسئول

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارات

مولانا محمود اشرف عثمانی — مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام — فرحان صدیقی

ترتیب

ذکر و فکر

آسان ترجمۂ قرآن

مقالات ومضامین

آپ کا سوال

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

نقد وتبصرہ

فی شمارہ ....۔/۳۵ روپے
سالانہ زرِتعاون ....۔/۴۰۰ روپے
بذریعہ رجسٹری ....۔/۵۵۰ روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور
یورپی ممالک..............۳۵ ڈالر
سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب
امارات....................۲۷ ڈالر
ایران، بنگلہ دیش............۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰
فون نمبر:۔ 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
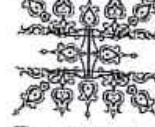
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com
www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:۔ محمد تقی عثمانی
پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

ذمہ دارانِ دروبست کی خدمت میں!

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

۷۰ رسال کا طویل دورانیہ قوموں کی زندگی کا معمولی عرصہ نہیں ہوتا، ایک بچہ تک ۲۰-۲۵ سال کی عمر تک پختہ کار ہو جاتا ہے اور ۴۰ سال تک وہ ہر طرح کے تجربات سے گزر کر طے شدہ منزل کی طرف گامزن ہو چکا ہوتا ہے، اس کی عقل و دانش، حکمت و بصیرت اور تجربات و مشاہدات دوسروں کیلئے سنگ میل اور نشان منزل بنتے ہیں، قوم تو ایسے لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے جم غفیر کا نام ہے ان کی یکجا صلاحیتیں تو کیا کچھ معجزات نہیں دکھا سکتیں؟

لیکن ۱۹۴۷ء میں برصغیر کے بطن سے وجود میں آنے والا پاکستان روز اول سے بہتر خطوط پر استوار نہیں ہوسکا اور گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ گھمبیر مسائل میں الجھتا چلا گیا، کچھ تو اس لئے کہ یہ ملک جن بدخواہ قوتوں کے علی الرغم وجود میں آیا تھا اُن کے رگ و پے میں بسی دشمنی اس کے خلاف آئے دن آگ بھڑکاتی رہی اور کچھ اس لئے کہ جن قوتوں کو اس کے بندوبست سے منسلک ہونا تھا وہ فکری بھی اور عملی طور پر بھی اس مقدس نصب العین سے بہت دور تھے جو تحریک پاکستان کے مخلص کارکنان کے دلوں کی دھڑکن اور ان کی قربانیوں اور جدوجہد کی حسین آرزو تھی، دوسو سالہ غلامی کی قید و بند سے نکلنے کے بعد وہ برصغیر کے

اس خطے کو اسلام کے نظام عدل اور معاشرتی مساوات کی حکیمانہ تعلیمات سے معمور کرنا چاہتے تھے، لیکن جاتے جاتے انگریز کی شاطرانہ منصوبہ بندی نے اس خطے کے مسلمانوں پر حکمرانی کیلئے سول اور ملٹری بیوروکریسی کا ایسا طبقہ مسلط کردیا جس نے آزادی کے بعد بھی ملک کو استعماری ذہنیت سے چلایا، تحریک پاکستان کے نصب العین سے وابستہ قلبی آرزؤں کو روند ڈالا اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے حسین خواب کو بکھیر کر رکھ دیا۔

آج برصغیر کا یہ خوبصورت معدنی، بشری اور قدرتی وسائل سے مالا مال خطہ انتشار اور بدامنی کا شکار ہے، اقتدار کی رسہ کشی کیلئے متحارب قوتیں برسرپیکار ہیں، سیاسی خلفشار، معاشی بدحالی، دفتری بدنظمی اور عالمی سطح پر ملک کی مجروح ساکھ سے اس ملک کا ہر محبِ وطن باشندہ دل گرفتہ ہے اور ہر آنے والا دن نئی ظلمتوں، بے چینیوں اور ایسی پریشان کن خبروں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہ ملک ماضی کی اپنی طویل تاریخ میں اقتدار کی رسہ کشی، مفاد پرستی اور سیاسی مہم جوئی کا میدان کارزار بنارہا، کسی طے شدہ دستوری اصول کے برخلاف اقتدار کا تاج کبھی کسی کے سر پر رکھا گیا اور کبھی کسی کے، اس پورے عرصے میں قوم نادیدہ قوتوں کے کھیل سے سہمی ہوئی ششدر کھڑی رہی اور بے بسی کی آنکھوں سے فضاؤں میں گھور کر کسی مخلص، قومی غیرت اور دینی حمیت سے سرشار دانشمند حکمران کی حسرت و آرزو میں شب و روز گزارتی رہی، یہاں تک کہ تحریک پاکستان کے جہاد آزادی میں سرگرم کارکنان یہ حسرت لے کر رخصت ہوگئے دوسری نسل بھی لب گور ہے اور ملکی سیاست کے افق پر دور دور روشنی کی کوئی لکیر دکھائی نہیں دے رہی۔

مختلف زبانیں بولنے، الگ الگ سماجی خصوصیات رکھنے اور جداگانہ موسمی اور جغرافیائی خطوں میں بٹی اس قوم کو یکجا کرنے کا ایک ہی مؤثر ذریعہ تھا کہ ان کی ایمانی روح اور دینی وابستگی کی مؤثر آبیاری کی جاتی اور ان کے اسلامی اقدار و تعلیمات کو پروان چڑھایا جاتا تو پوری قوم فکری اور نظریاتی وحدت و تشخص کے ساتھ دنیا کی قوموں میں سیسہ کی دیوار کی طرح ممتاز اور ناقابل تسخیر نظر آتی لیکن نادیدہ اور ناعاقبت اندیش قوتوں نے نہ صرف یہ کہ اس کا احساس نہیں کیا بلکہ ہر ممکن طریقے سے، مختلف حربے آزما آزما کر اس کا راستہ روکا جس کا خمیازہ اس وقت پوری قوم بھگت رہی ہے۔

اگر قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں قومی اور ملی اہداف کا تعین کرلیا جاتا جیسا کہ ہر ملک وقوم کے لوگ کرتے ہیں تو قوم کا ہر فرد اُسی سمت، طے شدہ منزل کی طرف گامزن ہوجاتا، باشندگان ملک کا بھی قوموں کی صف میں نمایاں تشخص اور امتیازی مقام ہوتا اور ملک کا چپہ چپہ یکجہتی، یکسوئی، یگانگت اور باہمی اخوت کی مثالی قدروں سے جگمگا اُٹھتا اور اُن مرکز گریز قوتوں کی نوبت نہ آتی جن کی وجہ سے آج ملک کی وحدت و سالمیت کو خطرات لاحق ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ۷۰ سالہ طویل وقت گزارنے کے باوجود آج ہماری کوئی قومی زبان نہیں ہے، ہم دورِ غلامی کی استعماری زبان بولتے ہیں اور اپنی اس ''صلاحیت'' پر اتراتے ہیں۔

یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ ہم تعلیم میں خودکفیل نہیں ہیں، نصف صدی سے زیادہ عمر گزار کر بھی ہم کوئی ایسا ادارہ نہیں بنا سکے جو مقامی طور پر اس بڑے ملک کی وسیع ضروریات کیلئے ہنرمند اور باصلاحیت افراد کار فراہم کر سکے، جو کچھ ابتدائی نوعیت کے تعلیمی ادارے ہیں وہ بھی تعلیم وتربیت کے لحاظ سے زوال کا شکار ہیں جبکہ بہت سے ادارے معاشرے میں غریبوں اور دولتمندوں کے طبقاتی تفاوت پر مبنی ہیں اور قوم ومعاشرے میں منافرت کے جراثیم پھیلا رہے ہیں۔

ہمارا یہ بھی المیہ ہے کہ سودی نظام میں جکڑی معیشت، دولت مند افراد کی مسرفانہ زندگی اور حکومت سے وابستہ رجال کار کی شان وشوکت نے عوام کے اس طبقہ کو پیس کر رکھدیا ہے جو اس ملک میں اسی فیصد سے زیادہ اکثریت رکھتا ہے۔

فرقہ واریت کی وجہ سے بلاشبہ مسلمانوں کے درمیان تکلیف دہ خلیج قائم ہے اور سب ہی اس کی مذمت کرتے ہیں لیکن ملک کے شہروں اور دیہاتوں میں فرقہ وارانہ منافرت کا بھی سبب یہی ہے کہ مستند علمی حقائق پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کا اہم کام جب ریاست نے نہیں کیا تو اس خلاء میں جاہلانہ خیالات، توہم پرستانہ عقیدوں اور من گھڑت رسوم وبدعات نے جگہ بنالی اور وحدت فکر وعمل پر مبنی اسلام کے روشن جادۂ حق کی جگہ ہر طبقہ نے الگ الگ پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کی نام لیوا یہ قوم، اسلام کی تعلیمات سے نابلد ہے اور خودساختہ خیالات ورسومات کی پیچ در پیچ پگڈنڈیوں میں صراط مستقیم سے بہت دور چلی گئی ہے۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ ملک قدرتی بشری اور معدنی وسائل سے مالا مال ملک ہے لیکن بے تدبیری، بدانتظامی اور بدعنوانی کے کرتوتوں نے عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے، اور ہر طرح کی نعمتوں سے سرشار وطن عزیز میں بے روزگاری، مہنگائی اور بہت سے اشیائے ضرورت کے فقدان سے لوگ اضطراب میں ہیں۔

کاش ملک کے بندوبست سے متعلق بالادست قوتیں سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور اب تک کی خرابیٔ بسیار کے بعد پوری بصیرت سے مستقبل کی منصوبہ بندی کر کے اس ملک کو صحیح پٹری پر ڈالدیں۔ آج مرکز گریزی کا رجحان خوفناک شکل اختیار کر چکا ہے جب کہ دوسری طرف بیرونی طاقتوں نے بھی پنجے گاڑ دیئے ہیں اگر فوری طور پر پوری فکرمندی کے ساتھ موثر قدم نہ اٹھایا گیا تو ناقابل تصور نقصانات کا اندیشہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور پھر بعد کی حسرت کسی کام نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ارباب اقتدار کو جذبۂ اخلاص کے ساتھ اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے اور روز بد کے انجام سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

...... اٰیاتھا ۱۶۵	سورۃ الانعام	...... رکوعاتھا ۲۰ ......

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۝۴۲ فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۴۳ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝۴۴

اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کے پاس پیغمبر بھیجے، پھر ہم نے (ان کی نافرمانی کی بنا پر) اُنہیں سختیوں اور تکلیفوں میں گرفتار کیا، تاکہ وہ عجز و نیاز کا شیوہ اپنائیں۔ (۴۲) پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان کے پاس ہماری طرف سے سختی آئی تھی، اس وقت وہ عاجزی کا رویہ اختیار کرتے؟ بلکہ ان کے دِل تو اور سخت ہوگئے، اور جو کچھ وہ کررہے تھے، شیطان نے اُنہیں یہ سجھایا کہ وہی بڑے شاندار کام ہیں (۴۳) پھر انہیں جو نصیحت کی گئی تھی، جب وہ اسے بھلا بیٹھے تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیئے (۱)، یہاں تک کہ جو نعمتیں انہیں دی گئی تھیں، جب وہ اُن پر اترانے لگے تو ہم نے اچانک ان کو آ پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل مایوس ہوکر رہ گئے (۴۴)

(۱) اللہ تعالیٰ نے پچھلی اُمتوں کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا ہے کہ انہیں متنبہ کرنے کے لئے انہیں کچھ سختیوں میں بھی مبتلا فرمایا، تاکہ وہ لوگ جن کے دِل سختی کی حالت میں نرم پڑتے ہیں، سوچنے سمجھنے کی طرف مائل ہوسکیں، پھر ان کو خوب خوشحالی عطا فرمائی تاکہ جو لوگ خوشحالی میں حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وہ کچھ سبق لے سکیں۔ جب دونوں حالتوں میں لوگ گمراہی پر قائم رہے، تب ان پر عذاب نازل کیا گیا۔ یہی بات قرآنِ کریم نے سورۂ اعراف (۷: ۹۴۔۹۵) میں بھی بیان فرمائی ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

اس طرح جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی، اور تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(۴۵) (اے پیغمبر! ان سے) کہو: "ذرا مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ تمہاری سننے کی طاقت اور تمہاری آنکھیں تم سے چھین لے اور تمہارے دِلوں پر مہر لگادے، تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں لاکر دیدے؟" یہ دیکھو، ہم کیسے کیسے مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر بھی یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں (۴۶) کہو: "ذرا یہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تمہارے پاس اچانک آئے یا اعلان کر کے، دونوں صورتوں میں کیا ظالموں کے سوا کسی اور کو ہلاک کیا جائے گا؟"[1] (۴۷) ہم پیغمبروں کو اسی لئے تو بھیجتے ہیں کہ وہ (نیکیوں پر) خوشخبری سنائیں، (اور نافرمانی پر اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں۔ چنانچہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنی اصلاح کرلی، ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۴۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، ان کو عذاب پہنچ کر رہے گا، کیونکہ وہ نافرمانی کے عادی تھے۔(۴۹)

---

(۱) کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ کے جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، تو وہ عذاب ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ شاید وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر عذاب آیا تو مؤمن کافر سبھی ہلاک ہوجائیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا جارہا ہے کہ ہلاک تو وہ ہوں جنہوں نے شرک اور ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌۚ اِنْ اَتَّبِـعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۠

(اے پیغمبر!) ان سے کہو: "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کا (پورا) علم رکھتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (۱)۔ میں تو صرف اُس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔" کہو کہ: "کیا ایک اندھا اور دُوسرا بینائی رکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟"۔(۵۰)

(۱) یہ ان مطالبات کا جواب ہے جو کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے کہ اگر تم پیغمبر ہو تو دولت کے خزانے تمہارے پاس ہونے چاہئیں، لہٰذا فلاں فلاں معجزات دِکھاؤ۔ جواب میں فرمایا گیا ہے کہ پیغمبر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدائی کے اختیارات مجھے حاصل ہوگئے ہیں، یا مجھے مکمل علم غیب حاصل ہے یا میں فرشتہ ہوں۔ پیغمبر ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے اور میں اسی کا اِتباع کرتا ہوں۔

☆☆☆

اعتذار

نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے اسفار اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے "یادیں" کی قسط اس دفعہ شائع نہیں ہوسکی۔ ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع ہوجائے گی۔ قارئین سے نوٹ فرمالینے کی درخواست ہے۔---------------------(ادارہ)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

جو سب کے لئے رحمت ہیں

بحث چلی تھی کہ سرورِ کائنات کو قرآن کریم میں تمام کائنات کے لئے رحمت فرمایا گیا ہے بنی نوع انسان کے لئے وہ رحمت ہیں، یہ تو بجا، لیکن دیگر مخلوقات، جمادات، نباتات، جنات اور حیوانات وغیرہ کے لئے بھی آپ رحمت ہیں، اس کو اعتقاد تو بغیر کسی دلیل کے مانتا ہے لیکن عقل اس کو تسلیم کرنے کے لئے کچھ دلیلیں ڈھونڈتی ہے۔

یہ مضمون جو ایک مقامی ماہنامہ میں تقریباً ٦٠ سال قبل شائع ہوا تھا، یہ وقت مضمون نگار مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کی تدریسی زندگی اور خامہ فرسائی کے آغاز کا وقت تھا، اس مضمون میں عقل سلیم کو کچھ دلائل مہیا کئے گئے ہیں جو چشم کشا ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارہ

ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں خداوند ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے، بالکل حق اور صحیح ہے، اس لئے کہ قرآن کوئی ایسی کتاب تو ہے نہیں جسے بشری ذہنیت نے جنم دیا ہو، اور بشری خواص کی وجہ سے اس میں غلطیوں کا احتمال رہے، بلکہ یہ اس قادر مطلق کا کلام ہے جس کا علم کائنات کے ہر ذرّہ ذرّہ پر محیط ہے اسی کلیہ کے تحت قرآن کی وہ چھوٹی سی آیت بھی داخل ہوجاتی ہے جس میں خداوندِ ذوالجلال نے محسنِ انسانیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے، وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ انبیاء:١٠٧) ہم نے آپ کو تمام کائنات کے لئے باعث رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے ہر مسلمان اس پر ایمان لاتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات جمادات، حیوانات، نباتات اور جنات وغیرہ کے لئے باعث رحمت بن کر آئے ہیں۔

لیکن جب کبھی اس پر غور کرنے کی نوبت آتی ہے تو بہت سے ذہنوں میں یہ اشکال کُلبلا جاتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانوں کے لئے باعث رحمت ہونا تسلیم، لیکن اس آیت کا ارشاد تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف انسانوں کے لئے نہیں بلکہ کائنات کے ذرّے ذرّے کے لئے باعثِ رحمت ہیں، جمادات ونباتات سے لے کر فلکیات وملکیات تک کے جتنے عالم ہیں، وہ سب کے سب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرہونِ منت ہیں، حالانکہ انسانوں اور جنات کو چھوڑ کر کائنات کی اکثریت کو بے عقل اور بے شعور سمجھا جاتا ہے، ان کے لئے کسی کے باعث رحمت ہونے کا تصوّر ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اس اشکال کا جواب معلوم کرنے سے پیشتر چند چیزیں سمجھ لینا ضروری ہیں:

۱۔۔ سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کائنات کی ہر چیز میں کسی نہ کسی درجہ میں کچھ نہ کچھ حس اور شعور موجود ہوتا ہے یہ خیال سراسر غلط ہے کہ انسانوں اور جنات کے سوا تمام چیزیں بے شعور ہیں، قرآن کریم نے بڑے واضح انداز میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (بنی اسرائیل:۴۴) کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح بیان نہ کرتی ہو، مگر تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

خداوندتعالیٰ کی یہ تسبیح وتقدیس اس وقت تک ناممکن ہے جس تک کہ کسی نہ کسی درجہ میں حس وشعور موجود نہ ہو، اس کو آج کی سائنس اور تجربات ومشاہدات بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہر چیز میں کچھ نہ کچھ حس اور شعور پایا جاتا ہے۔

۲۔۔ دوسرے یہ کہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات قطعی فطری تعلیمات ہیں، انسان فطرۃً انہی احکام اور تعلیمات کا محتاج ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے، عقل، نقل اور تجربہ اس ناقابل انکار حقیقت کو ثابت کر چکے ہیں۔

۳۔۔ کائنات کی ہر چیز طبعی طور سے اسی چیز کی طرف مائل ہوتی ہے جو فطری ہو، یہ اور بات ہے کہ ماحول اور سوسائٹی اس کے اعمال اور ذہن کا رُخ کسی دوسری طرف موڑ دیں، اسی حقیقت کی طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **کل مولود یولد علی الفطرة فابواہ یھودانه او ینصرانه او یمجسانه .**

ان تین حقائق کو پیش نظر رکھ کر اگر زیرِ بحث آیت پر غور کیا جائے تو مطلب واضح اور اشکال رفع ہو جاتا ہے، کیونکہ جو پُر سکون نظام اور حکمت سے بھرپور تعلیمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف

لائے وہ دینِ اسلام ہے، لہٰذا اسلام فطرت کا عین تقاضا اور پسندیدہ نظام تھا، کائنات کے ذرّہ ذرّہ نے فطری ہونے کی حیثیت سے اسی نظام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، اس سے پہلے کا نظام چونکہ بشری ذہنیت کا جنم دیا ہوا تھا۔ اس لئے فطری نہ تھا، اس میں وہ خامیاں موجود تھیں، جو بشری خواص کے زیر اثر ہونی چاہئے تھیں، یہی وجہ ہے کہ وہ کائنات کی فطری چیزوں کے لئے ناپسندیدہ تھا اور اس کا عام رواج ان کے لئے ایک ذہنی عذاب بنا ہوا تھا۔

علاوہ بریں ایک چیز کا غلط استعمال اس چیز کے لئے ایک مستقل عذاب ہوتا ہے، سب کو معلوم ہے کہ ہر چیز ایک خاص کام اور مخصوص مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے، کوئی شخص اگر گھوڑے کا کام بیل یا گدھے سے لینا شروع کردے تو یقیناً وہ ان کے لئے عذاب ہوجائے گا، صحیح نظام تو وہی ہوگا جس میں جو کام گھوڑے کا ہے وہ گھوڑے سے لیا جائے، اور جو کام بیل اور گدھے کا ہے وہ اُن سے لیا جائے، اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو کام لینے والے اور کام کرنے والے دونوں کے لئے ایک مستقل عذاب ہوجائے گا اور جو شخص اسے اس عظیم عذاب سے نجات دلائے گا اس سے بڑا محسن اور باعثِ رحمت کون ہوسکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تقریباً ہر چیز کا استعمال غلط تھا، کوئی پتھروں کو پوجتا تھا، کوئی جانوروں کو، کسی نے نباتات کو معبود بنالیا تھا کسی نے جمادات کو، کوئی ماہ ونجوم کا پرستار تھا، تو کوئی آگ ہی کو خالق سمجھ بیٹھا تھا، حالانکہ یہ تمام چیزیں دوسرے مقاصد کے لئے پیدا کی گئی تھیں۔

پھلوں کو خالق کل نے اس لئے پیدا کیا تھا کہ انسان انہیں کھا کر اپنے آپ میں قوّت ونشاط پیدا کرے، مگر لوگوں نے ان کا استعمال غلط طریقوں سے کیا، ان کو گلا سڑا کر شراب بنائی، اور صحت واخلاق پر ہتھوڑا چلا دیا۔

قادر مطلق نے انسان کے دل میں جنسی خواہش اس لئے پیدا کی تھی کہ وہ اپنی طبعی رغبت سے بقاء نسل کی نوعی خدمت انجام دے مگر لوگوں نے اس خواہش کو غلط جگہوں پر استعمال کرکے جنسی امراض اور اخلاقی جرائم کو جنم دیا۔ کیا مذکورہ معصوم اور فطری چیزوں کا یہ غلط استعمال ان کے لئے تکلیف دہ عذاب نہ تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فطری اور پرامن نظام کو رواج دیا، اس میں یہ تمام جاہلانہ باتیں معدوم تھیں، اس میں کائنات کی ہر ہر چیز کو اپنے اپنے مرتبہ پر رکھ کر ان تمام غلط استعمالات کا قلع قمع کردیا گیا تھا جو ہر فطری چیز کے لئے ایک جرم کا درجہ رکھتے تھے، جو نظام کائنات کے کسی ذرے کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا،

اس کی بیخ کنی بلاشبہ ایک زبردست احسان اور بے پایاں رحمت تھی، یہ نیلگوں آسمان جس کے فراخ سینے پر ہزار ہا انقلابات کی خونچکاں داستانیں نقش ہیں، جس نے قوموں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے، اس سے کوئی پوچھے کہ تجھے وہ وقت حسین معلوم ہوتا تھا، کہ جب عرب کے قبیلوں کے قبیلے محض ایک چوزے کی خاطر چالیس سال تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے، یا وہ منظر زیادہ دل رُبا تھا جبکہ تین سو تیرہ نہتے ایک فطری نظام رائج کرنے کے لئے ایک ہزار مسلح سورماؤں کا منہ پھیر رہے تھے۔

اگر اس آسمان میں زبان ہوتی تو بخدا وہ یہ ہی جواب دیتا کہ بلاشبہ میرے لئے میدانِ بدر کا معرکہ بڑا باعثِ رحمت تھا۔

یہ چمکتے ہوئے تارے اور گردش کرتے ہوئے سیارے جنہوں نے ہمیشہ کافر اور مسلمان دونوں پر یکساں طور سے روشنی ڈالی ہے، ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں اس غیر فطری نظام کے علمبرداروں پر روشنی ڈالنے میں زیادہ مزہ آتا تھا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر؟ ۔۔۔ اگر ان چاند ستاروں میں بات کرنے کی صلاحیت ہوتو بخدا وہ یہی کہیں گے کہ جو لُطف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو راہ دکھانے میں محسوس ہوتا تھا وہ کبھی حاصل نہ ہوا تھا، غرضیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حیات فطری ہونے کے سبب کائنات کے ہر ذرّے کے لئے سکون کا حامل اور باعث رحمت تھا، اور چونکہ اس نظام کو پیش کرنے اور دُنیا میں رائج کرنے کا اہم کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا، اس لئے نتیجۂ آپ تمام کائنات کے لئے باعث رحمت ہوئے لہٰذا سرورِ کائنات کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت ہوگیا۔

جب بات چل ہی نکلی ہے تو ایک نظر اس عظیم نظام پر بھی ڈال لیجئے جسے کائنات کے ذرّے ذرّے نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے لئے باعث رحمت تصور کیا، یہاں تک کہ خدائے ذوالجلال نے اس نظام کے پیغامبر کو "رحمۃ للعالمین" کے خطاب سے نوازا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس نظام کی خوبیاں، اس کے بنیادی تصورات، ایسا موضوع ہیں جو اس مختصر سے مضمون میں تمام وکمال نہیں سما سکتا، لوگوں نے اس پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں، ہم اہم چیزوں پر اکتفا کریں گے۔

دنیا کا کالا قانون

اہلِ یورپ، جو دنیا کی ہر ایجاد اور ترقی کو یورپ سے منسوب کرنا چاہتے ہیں، نے قانون کی ایجاد کا سہرا بھی یورپ ہی کے سر باندھا ہے ان کے متبعین بھی معلومات کی کوتاہی یا محض کورانہ تقلید کی بنا پر یورپ

والوں کو قانون کا موجد تصور کرتے ہیں۔ حقیقت اس کے خلاف ہے، مذکورہ مقننین کی پیدائش سے ہزاروں سال قبل آسمانی قانون عملی جامہ پہن چکا تھا، اسی کے مطابق دنیا کا انتظام ہوتا تھا۔ حضرت آدم پر دس صحیفے، حضرت شیث بن آدم پر پچاس صحیفے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے جن کا ذکر تاریخ کی معتبر کتابوں میں ملتا ہے، اور خود انسانی قوانین کی تاریخ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ موجودہ قانون کا مآخذ الہامی اور آسمانی قانون ہے۔

تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، اس کے لغوی معنی ہی قانون ہیں، اس میں مفصل قانونِ حیات وحکومت موجود ہے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو قانون اہل دنیا کے لئے بھیجا گیا، وہ اپنے بنیادی اصولوں، اور اساسی تصورات کے لحاظ سے اس قانون سے قطعی ہم آہنگ ہے جو پیشرو انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا گیا تھا، گویا جو نظام رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے، وہی نظام تھا جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل کیا گیا۔

اسی لحاظ سے دنیا کے تمام قوانین پر عصری اولیت کا شرف بھی اسی نظام کو حاصل ہے۔ زمانی اولیت کے بعد دیکھئے کہ اس نظام کو مرتبے کے لحاظ سے بھی اولیت حاصل ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ کسی بشری ذہنیت کا جنم دیا ہوا نظام نہیں بلکہ اس ذات کا بنایا ہوا ہے جو کائنات کے ہر ذرے کی خالق ہے، اس کے بنائے ہوئے تمام قوانین حکیمانہ ہونے ہی چاہئیں۔

ہمہ گیری

اس کا سب سے واضح ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں جتنے قوانین انسانوں نے بنائے وہ سب کے سب ایک خاص وقت تک زمانے کا ساتھ دیتے رہے لیکن چونکہ وہ ایک مخصوص مقام، مخصوص ماحول، اور مخصوص زمانے کو ملحوظ رکھ کر بنائے گئے، اس لئے آئندہ زمانے کے حالات اور ان کے تقاضوں نے انہیں ایسا نابود کر دیا کہ ان کا نام ونشان بھی کم ہی ملتا ہے۔

انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں جو قانون سب سے پہلے بنایا گیا ہے، اس کا بانی بابل کے کلدانی خاندان کا بادشاہ حمورابی ہے جس نے ۲۰۰۰ ق م میں ۲۸۲ دفعات پر مشتمل قانون مرتب کیا تھا، آج کی دنیا میں گنے چنے لوگ ہوں گے جو اس کے نام اور کام سے واقف ہیں، اور ۱۹۰۲ء سے پہلے تو شاید کوئی بھی اس کا نام نہ جانتا ہو، مذکورہ سن میں ایک وفد موسیو سورگی کی قیادت میں وہاں جا پہنچا تھا، اس نے

خط سماری میں ایک حجری ستون کا انکشاف کر کے اس کے عہد کے تمام قوانین پیش کئے۔

اس کے بعد جو قانون معروف ہوا وہ قانون روما ہے، یہ قانون ایک زمانے تک حکمران رہا، لیکن اس کے بعد زمانے کے نئے حالات نے اسے بھی فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ اب دنیا کے کسی خطے میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا، اگر چہ اس کا نام آج بھی خاصا مشہور ہے لیکن اس کے نظریات ودفعات کے عالم اب بھی بہت تھوڑے ہیں، اس طرح کے بہت سے قوانین مختلف اقوام اور ممالک نے اپنائے، لیکن خدا کا فیصلہ تو اٹل ہے کہ:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران :۱۹)۔ بلاشبہ قابلِ قبول دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

یہ تمام قوانین غیر فطری تھے، انسان کی محدود عقل لامحدود علم کا احاطہ نہیں کر سکتی تھی، اس لئے جتنے قوانین انسانی عقل نے بنائے سب کچھ دیر زندہ رہے مگر نئے نئے حالات انہیں ختم کرتے رہے، لیکن وہ قانون جو ان تمام قوانین سے پہلے بنا تھا، اور جسے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے، وہ جوں کا توں قائم ہے، اس کے بنیادی اصول بھی وہی ہیں، اس کے نظریات بھی اسی طرح قائم ہیں، اور وہی ہے جو اتنا زمانہ گزرنے پر بھی پُرانا نہیں ہوا، اب بھی دنیا کے بہت سے خطوں میں اس پر عمل ہوتا ہے اور غیر جانبداری سے سوچا جائے تو یہی ایک ایسا نظام ہے جو آج بھی عالمی مشکلات کا واحد حل ہے۔

تمام قوانین کے ختم ہونے اور اسلامی نظام کے باقی رہنے کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ قوانین کوئی خود کار مشین تو ہوتے نہیں جو از خود چلتے رہیں۔ ان کو چلانے والے بھی انسان ہی ہوا کرتے ہیں، اگر یہ چلانے والے اپنے فرضِ منصبی کو ٹھیک ٹھیک انجام نہ دیں تو قوانین کیسے چل سکتے ہیں؟ اس لئے قوانین کے رائج رہنے کی سبیل صرف یہ ہے کہ انہیں استعمال کرنے اور رائج کرنے والے اخلاقی اعتبار سے مکمل ہوں، ان کے دلوں میں ادائے فرض کا احساس ہو۔۔۔۔ اسلام نے اسی دکھتی رگ کو پکڑا اور اپنے قانون میں دو جز رکھے۔ ایک یہ کہ لوگ اپنی اخلاقی حالت سدھاریں، اللہ سے ڈر کر کسی طرح انسان بنیں اور اپنے فرائض کو محسوس کریں اس کے لئے اس نے لوگوں کو ان کے خالق و مالک کی یاد دلائی اور بتایا کہ تم صرف کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے تمہاری تخلیق کا ایک عظیم مقصد ہے ہر چند کہ کائنات کا ہر ذرہ تمہاری خدمت کے لئے پیدا ہوا ہے مگر تمہارے ذمہ بھی ایک خدمت اور کام ہے۔

ابروباد ومہ وخورشید وفلک در کار اند
تاتو نانے بکف آری وبغفلت نہ خوری

کھانا، پینا، پہننا اوڑھنا تو دوسرے حیوانات بھی کر لیتے ہیں، اور بہت سے حیوانات تم سے اچھی طرح کھاتے ہیں، اگر تمہارا مقصد زندگی بھی یہی ہوتا تو تمہیں مخدوم کائنات بننے کا کیا حق ہے؟ تم اپنے ہم جنسوں سے اشرف ہو تو صرف اس لئے کہ اپنے اس وعدے کو پورا کرو جو تم نے اپنے خالق سے روز الست میں کیا تھا۔

یہی وہ برحق تصور تھا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح راسخ فرمادیا تھا، اور اسی تصور کا نتیجہ تھا جو فطری نظام حیات آپ لے کر آئے تھے وہ لوگوں کے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ ان کی فطرتِ ثانیہ بن گیا۔

اس تصور کے ساتھ ساتھ آپ نے "عقیدۂ آخرت" کو راسخ فرمایا اور یقین دلایا کہ جس خالق نے تمہیں اس دنیا میں ایک مقصد کے لئے بھیجا ہے وہ تمہیں ہر وقت دیکھتا ہے، تمہاری ہر بات سنتا ہے اور اسی کی طرف تمہیں ایک دن لوٹ کر جانا ہے، اسی دن تمہیں اس کی بارگاہ میں ایک ایک عمل کا جواب دہ ہونا ہے، ایک ایک بات کا حساب دینا ہے، اگر تم نے یہاں وہی کام کئے جو تمہارے سپرد کئے گئے تھے تو تمہارے لئے جنت ہے، عیش وآرام ہے، اور اگر تم نے خدائی احکام کی خلاف ورزی کی تو یاد رکھو کہ تمہارے لئے جہنم ہے، عذاب ہے، دہکتی آگ ہے جس سے خلاصی کی کوئی شکل نہیں، وہاں نہ تمہارا مال کام آئے گا کہ اسے دے کر چھٹکارا پالو، نہ اولاد اور اعزہ واحباب کام آئیں گے کہ ان کی سفارش سے نجات ملے، اگر وہاں کے عذاب سے بچنے کی کوئی شکل ہے تو صرف یہ کہ تم اس دنیا میں جو کام کرو، سوچو کہ یہ کہیں تمہاری آئندہ زندگی کے لئے مضر تو نہیں اور ہر اس فرض کو بجالاؤ جو تمہیں سونپا گیا ہے۔

اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو ایک مجرم دن کی روشنی اور رونق میں تو جرم سے باز رہ سکتا ہے اور رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں پولیس کا خوف جرم سے نہیں روک سکتا۔

قیاس کی ضرورت نہیں، تجربہ بتلاتا ہے کہ یہی وہ عقیدہ ہے جو قوانین میں پختگی اور ہمہ گیری پیدا کرتا ہے، جو حکم اسلام نے اپنے پیروؤں کو دیا باقی رہا اور جو دوسرے قوانین نے دیا، نئے نئے حالات کے ہاتھوں مٹ گیا۔

۱۹۲۲ء میں دانشورانِ امریکہ نے محسوس کیا کہ شراب صحت واخلاق کے لئے سخت مضر ہے، چنانچہ اس کے خلاف اخبار واشتہار میں تحریک اٹھائی گئی، یہاں تک کہ شراب نوشی قانونی جرم قرار پا گئی۔۔۔لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شراب کے کارخانے اور بھٹیاں علانیہ تو بند ہوگئیں، مگر خفیہ طور سے برابر کام کرتی رہیں، اور چونکہ اس وقت ان کا کام نجی طور سے حکومت کی سر پرستی کے بغیر تھا اس لئے صفائی کا پورا اہتمام نہ ہوسکا، اور صحت کے لحاظ سے جتنی مضرتیں پہلے لوگوں کو اٹھانی پڑتی تھیں، اب اس کے نقصانات کہیں زیادہ ہوگئے، اس لئے کہ عوام شراب چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ تھے، کچھ ہی دنوں بعد جب حکومت نے لوگوں کی یہ روش دیکھی تو اپنا قانون منسوخ کردیا، اور سابقہ قانون کی اس طرح مٹی پلید ہوئی۔

اب اسی حکم کو دیکھئے کہ جب اسلام نے شراب چھوڑنے کا حکم دیا تو لوگوں کا ردِّ عمل کیا ہوا۔

اہلِ عرب شراب کے بلانوش تھے، اس کے اتنے متوالے کہ ان کی زبان میں شراب کے ڈھائی سو مختلف نام ہیں، شراب ان چند چیزوں میں سے ایک تھی جن کے اہلِ عرب عاشق ہوتے تھے

اسلام نے ان کی اس عادتِ بد چھڑانے کا حکیمانہ اسلوب یہ اختیار کیا کہ دفعۃً اس کو حرام نہیں کردیا بلکہ پہلے اس کے خلاف اخلاقی ترغیب دینی شروع کی، پہلے انہیں بتایا کہ اس میں بلاشبہ کچھ منافع ہیں مگر اس کے نقصانات منافع سے بہت زیادہ ہیں، پھر ایک حکم یہ نازل ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو، اس کے کچھ عرصے کے بعد جب لوگوں کو اپنی اس غلط کاری کا احساس ہوگیا تو اس وقت صراحۃً شراب کو حرام کردیا، اس کا ردِّ عمل یہ ہوا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جس وقت حرمتِ شراب کا حکم نازل ہوا، اس وقت ایک مجلس میں شراب کا دور چل رہا تھا اور میں اس مجلس میں ساقی کی خدمت انجام دے رہا تھا، لیکن جونہی ہمارے کانوں میں منادی کی آواز پڑی کہ شراب حرام ہوگئی ہے تو میں نے دیکھا کہ جام وسبو اور شیشہ ومینا ٹوٹنے لگے، جس شخص کے منہ میں جام لگا ہوا تھا، اس نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آخری گھونٹ ہی پی لے، بھرے ہوئے جام کو فوراً پٹخ دیا، صحابہؓ کا بیان ہے کہ ہم نے کئی دن تک شراب کو مدینے کی گلیوں میں بارش کی رو کی طرح بہتے دیکھا۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ ایک صاحب شراب کی تجارت کیا کرتے تھے، جس زمانے میں شراب کا حکم نازل ہوا وہ شام سے بہت سی شراب لے کر آرہے تھے لیکن مدینہ کے دروازے پر جب سنا کہ شراب حرام ہوگئی ہے تو بغیر کسی تذبذب کے فوراً تمام مشکیزے چاک کردیئے۔

کیا عقل مان سکتی ہے کہ ان حضرات، نے اپنی اس محبوب چیز کو پولیس یا فوج کے ڈر سے چھوڑا ہو؟

اس وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی تعزیری قانون کا اعلان بھی نہ فرمایا تھا!

اسلامی قانون کا اہم ترین جز یہی تھا کہ پہلے لوگوں کو صحیح معنیٰ میں انسان بنایا جاتا تھا، ان کے اخلاق وکردار کو فطری سانچے میں ڈھالا جاتا تھا، تاکہ جو قانونِ فطرت عائد ہوا سے ان کی طبیعت بصد خوشی قبول کر لے۔

اور اگر کسی میں اتنی صلاحیت ہی نہ ہوتی کہ وہ اتنے آسان اور فطری قوانین پر عمل کرے اس کی طبیعت انسانی ہونے کے بجائے شیطانی ہوتی تو پھر اس کے لئے قانونی تعزیرات بھی تھیں، اور وہ اسی وقت کارگر بھی ثابت ہوتی تھیں۔

لیکن ایسے لوگ جو صرف قانونی تعزیرات ہی سے باز آتے ہوں، بہت قلیل تعداد میں تھے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصرِ مبارک میں جرائم کی شرح بہت معمولی رہی، زنا کے واقعات صرف دو ہوئے اور دونوں مجرموں سے یہ حرکت سرزد ہوئی تو خود بخود آکر اپنے اوپر حد جاری کروائی، چوری کے واقعات بھی اسی کے لگ بھگ ہوئے، جبکہ اس زمانے میں پولیس وغیرہ کا کوئی باقاعدہ انتظام بھی نہ تھا اور آجکل جبکہ انسدادِ جرائم کے لئے مستقل محکمے اور بڑے بڑے عملے موجود ہیں، قانون کو لوگوں تک پہنچانے کے ذرائع بھی بہت زیادہ ہیں، لیکن

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جرائم کی شرح روز بڑھ رہی ہے اور تمام دنیا بے امنی اور بے چینی کا شکار ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قانون کا دوسرا جز تو بہت زور شور سے جاری ہے لیکن اس کے پہلے اور اہم جز کی طرف کوئی توجہ نہیں، یہ ایک بنیادی امتیاز تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے آسمانی قانون اور انسان کے ایجاد کردہ قانون کے درمیان حدِّ فاصل قائم کرتا ہے۔

مساوات

شریعتِ اسلامی کے نزدیک جس کی بنیاد ہی جمہوریت وحریت انسانی پر ہے اور جس کا مقصدِ وحید انسان کو ذات وپستی سے نکال کر عزت وسربلندی کے اوجِ کمال تک پہنچانا ہے۔ یہ بالکل ناممکن تھا کہ ایک انسان، جماعت، قوم یا قبیلے کو اسی جیسے دوسرے پر صرف اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ اس کی گزشتہ نسلیں اپنے اعمال وکردار یا مال ودولت کے لحاظ سے فائق رہ چکی ہیں، اس لئے اس میں کسی ایسے نظام کی گنجائش نہیں جس میں پاپائیت، یا نسل ووطن کا کوئی امتیاز ہو۔

اسلام تمام نسلوں اور قوموں کے باہمی ارتباط واتحاد سے ایک فطری ملّت "امت مسلمہ" پیدا کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد اسلاف کی روایاتِ پارینہ اور "پدرم سلطان بود" کے غرور باطل کے بجائے افراد کی ذاتی اصلاح، احتساب نفس اور خشیت خدا پر ہو جس کے مذہب کے بنیادی اصول وآئین، فطرتِ انسانی پر مبنی ہوں، کسی خاص قوم کی خصوصیاتِ نسلی پر نہیں اور جس کا مقصد اس مذہب کے عالمگیر اصولوں کی شدت کے ساتھ پابندی ہو نہ کسی کی نسل یا جغرافیائی اتحاد پر، یہی وجہ ہے کہ گھر کے ابوجہل، اور ابولہب رسول کے دشمن اور باہر کے بلال حبشیؓ اور صہیبؓ رومی ان کے دوست ہیں۔

چونکہ قبل از اسلام نسل وقبیلہ کا بت تمام عرب کا معبود تھا، اس لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے کہ مبادا میرے بعد ٹوٹا ہوا بت پھر جڑ جائے، متعدد مواقع پر ملتِ اسلامیہ کو مساواتِ انسانی قائم کرنے اور بتانِ رنگ وبو کو توڑنے پر زور دیا، حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق میں آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے، کس عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضلیت نہیں، اور نہ کسی کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر مگر تقوے کے ساتھ۔"

مساواتِ انسانی کی جو عدیم النظر تعبیر اسلامی شریعت نے پیش کی ہے اس کے نظری اور عملی احوال صفحاتِ تاریخ پر پوری طرح اُجاگر ہیں، مگر ٹھہریئے! ممکن ہے اب بھی بعض حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ نظریۂ مساوات کارل مارکس نے بھی پیش کیا ہے، اور اس کے نظریئے میں جو اشتراکیت ہے وہ اسلامی نظریۂ مساوات سے بڑھ چڑھ کر ہے (نعوذ باللہ) اس نے سرمایہ دارانہ نظام اور طبقاتی امتیازات کو ختم کرنے کے لئے بے زر معاشیات Moneyless Economics کو رائج کیا جس کی رو سے یہ شخص اپنی ضروریات کے مطابق حکومت کی دکانوں سے کپڑا اور کھانے کا راشن حاصل کرلے۔ اس لئے ہمیں ایک مختصر سے جملے میں یہ بیان کرنے کی اجازت دیجئے کہ نظام اشتراکیت جس قدر دلکش اور خوشنما معلوم ہوتا ہے اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ غیر فطری اور نا قابلِ عمل ہے۔

کیوں؟ اور کیسے؟ اس سوال کے جواب میں اگر ہم اس کی عقلی اور فطری وجوہ بیان کرنے لگیں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے، اور ممکن ہے کہ اس پر بعض لوگوں کو بحث وتمحیص کا موقع مل جائے، اس لئے ہم یہاں ان دلائل کو چھوڑ کر صرف اتنا عرض کریں گے کہ تجربہ کی کسوٹی، جس نے کسی ملمع ساز کے ساتھ رعایت

نہیں کی، اس چمکدار کھوٹ کا راز کبھی کی فاش کر چکی ہے۔

مارکسی نظام اس قدر غیر فطری اور ناقابلِ عمل بنیادوں پر مبنی تھا کہ یہی تحریک اپنے قرنِ اول سے بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ اس کی تمام تر آہنی زنجیریں خود بخود ٹوٹ کے گر پڑیں، آج جس حیثیت سے اشتراکیت روس میں کارفرما ہے اور مستقبل قریب کی جو شکل دکھائی دے رہی ہے اس کو کسی نظری تحریک سے تعبیر کرنا محض ایک فریب ہے۔

جب ابتداءً اشتراکیت روس میں نافذ ہوئی تو لینن نے کسانوں اور مزدوروں سے وعدہ کیا کہ کارخانوں اور کھیتوں میں جو کام لیا جائے گا وہ کسی کی طاقت اور اہلیت کار سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ اور اس کے بدلے میں جو معاوضہ دیا جائے گا وہ ہر لحاظ سے اس کی ضروریات زندگی کی پوری کفالت کر سکے گا، اس وقت بالشویکیوں کا مقولہ تھا کہ "ہر ایک سے اس کی اہلیت کے مطابق، ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق" ---- یہ خالص اشتراکی نقطۂ نظر روس میں ایک دن بھی نہ چل سکا اور دو سال بعد قانوناً بھی تبدیل کر دیا گیا، اب روس کے ایوانِ حکومت سے آواز آئی۔ "ہر ایک سے اس کی اہلیت کے مطابق ہر ایک کو اس کی قوتِ کارکردگی کے مطابق" لیکن پھر سوال پیدا ہوا کہ کیا بڑھئی کو بھی وہی تنخواہ دی جائے گی جو ایک آرٹسٹ یا ڈائرکٹر کو؟ ----- جو چیزیں روس کا مقتدر طبقہ الاؤنسوں اور بالائی آمدنیوں کے ذریعہ حاصل کر رہا تھا اسے باقاعدہ کرنے کے لئے ایک پُرغرض طبقے نے بہت جلد اس قاعدے کو بھی بدل ڈالا، اب قرار پایا کہ :

"ہر ایک سے اس کی اہلیت کے مطابق ہر ایک کو اس کی نوعیتِ کار کے مطابق"

اس اصول کی شہ پاکر مزدوروں اور کسانوں میں آدمی کے ہزاروں معیار مقرر ہو گئے اور معاشی اعتبار سے روسی معاشرہ ہر اس طبقے میں بٹ گیا جس کی بیخ کنی کے لئے بالشویک میدان میں اترے تھے، کچھ لوگ اپنی محدود آمدنی کی وجہ سے مفلوک الحال تھے، کچھ متوسط کچھ خوشحال اور کچھ امیر وکبیر بلکہ سرمایہ دار۔

اب یہ دیکھا جانے لگا کہ کمانے والا حکومت کے خزانے اور دولت کے لئے کس قدر کارآمد ہے، اگر پورے خاندان میں ایک ہی فرد کمانے والا ہے تو حکومت اس ایک فرد ہی کی کفالت کرتی ہے خواہ اسے اپنے خاندان میں بیس افراد کے پیٹ پالنے ہوں، اُجرتوں اور تنخواہوں کی مساوات جو اشتراکیت کے دام ہمرنگ زمین میں پھنسنے والوں کے لئے سب سے زیادہ دلکش پیغام تھا، محض ایک خواب نکلا جو ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو کر رہ گیا ہے، ایک فرانسیسی بالشویک کامریڈ دون COMRADE YVON نے ماہانہ آمدنی

کے جو مختلف معیار پیش کئے ہیں ان کے مطالعہ سے آپ اندازہ کرسکیں گے کہ وہاں مارکس اور اینجلز کے فکری نظریات سے کس قدر مخالف طبقاتی امتیاز پیدا ہو چکا ہے:

	کم سے کم اجرتیں	زیادہ سے زیادہ اجرتیں
عام مزدور پیشہ لوگ	۸۰روبل	۴۰۰روبل
معمولی ملازمین	۸۰روبل	۳۰۰روبل
ذمہ دار حکام و منتظمین	۱۵۰۰روبل	۱۰،۰۰۰روبل
بڑے افسر، مصنف، آرٹسٹ	۲۰۰۰۰روبل	۳۰۰۰۰روبل

یہ اعداد وشمار بآواز بلند اعلان کررہے ہیں کہ روس میں آمدنی کے لحاظ سے ہر وہ طبقہ موجود ہے جو کسی سرمایہ دار ملک میں ہوسکتا ہے، وہاں عوام کی معاشی زندگی انہی ناہمواریوں کا شکار ہے جو کسی سرمایہ دار ملک میں پیدا ہوتی ہیں ۱۹۱۷ء میں روسی مزدور جس عالمگیر فریب میں مبتلا ہوگیا، اس کی پوری تاریکیاں ہم آج کے روسی نظام میں دیکھ سکتے ہیں۔

پھر اس جور وستم کے باوجود وہاں کا مزدور اس ظلم کے خلاف احتجاج کی آواز تو درکنار، اشتراکی سرمایہ داروں کے دیو استبداد کے آگے اُف نہیں کرسکتا، جب پریس حکومت کا ہے، رائے عامہ کی مالک حکومت ہے۔ نشر واشاعت کے تمام ذرائع پر حکومت قابض ہے ـــــ دولت وثروت کے خزانوں پر اشتراکی سرمایہ دار سانپ بن کر بیٹھے ہیں تو یہ جرأت کون کرتا۔

وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

مارشل اسٹالن نے اپنے دورِ حکومت میں جس استبداد اور آمریت کا مظاہرہ کیا ہے وہ ہٹلر، مسولینی اور چنگیز خان کی ڈکٹیٹر شپ سے کم نہیں، ان تمام واقعات وتجربات کو پیش نظر رکھ کر غیر جانبدارانہ انداز میں سوچا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ روس میں مارکس کے نظریات کی روشنی میں جس دلکش عمارت کو کھڑا کیا گیا تھا، وہ چند ہی دنوں بعد گھٹنوں کے بل گر پڑی۔

اگر ہم اس واقعہ کو محض بخت واتفاق کا نتیجہ قرار دیں تو یقین کیجئے کہ یہ ہماری غلطی ہوگی، کیونکہ اشتراکیت کا مزاج ہی ایک شدید ترین "ڈکٹیٹر شپ" کا مقتضی ہے، اس نظام میں حکومت تمام چھوٹے

چھوٹے سرمایہ داروں کو نگل کر خود ایک بڑا سرمایہ دار بن بیٹھتی ہے، اور یہ بڑا سرمایہ دار لطیف انسانی جذبات کے اس اقلِ قلیل حصے سے بھی کورا ہوتا ہے جو چھوٹے سرمایہ داروں میں پائی جاسکتی ہے، وہ بالکل مشین کی طرح انسانوں سے کام لیتا ہے اور ایک بے حس مشین کی طرح پورے استبداد کے ساتھ ان کے درمیان وسائل حیات بانٹتا ہے، اس شدید استبداد کے بغیر نظام اشتراکی نہ قائم ہوسکتا ہے نہ رہ سکتا ہے، کیونکہ افراد کی فطرت اس ظلم وجور کے خلاف آمادۂ پیکار رہتی ہے، اگر انہیں ہمیشہ استبداد کے شدید ترین شکنجوں میں کس کر نہ رکھا جائے تو وہ اشتراکی نظام کے تمام "دلکش" تاروپود بکھیر کر رکھ دیں، یہی وجہ ہے کہ روسی حکومت دنیا کی سب سے زیادہ مستبد اور جابر حکومت ہے۔

اسلامی آئیڈیالوجی اشتراکیت کے اس ناقابل عمل اور غیر فطری تصور کو اپنے پُر امن وپرسکون نظامِ حیات میں کوئی جگہ نہیں دیتی، اور ساتھ ہی ساتھ سرمایہ داری کا ــــــ جس نے اشتراکیت کو ردّعمل کے طور پر جنم دیا تھا۔ یکسر خاتمہ کردیتی ہے، اس نے ان تمام جگہوں پر بند باندھ دیئے ہیں مگر جہاں سرمایہ داری کا سیلاب داخل ہوسکتا تھا، اس نے اپنے پیرووں کو ایسے ایسے احکام دیئے ہیں جن پر عمل کیا جائے تو دولت ایک جگہ جمع ہی نہیں رہ سکتی اسے زکوٰۃ، صدقات، عشر، خراج کے احکام جاری کئے اور فرمایا:

كَيْ لَايَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (سورۃ الحشر : ۷)

تاکہ وہ مال تمہارے سرمایہ داروں کے درمیان دائر ہوکر نہ رہ جائے۔

سود، قمار، سٹے سے روکا اور انہیں بدترین جرم قرار دیا ان تمام احکام کے ذریعہ اس نے دولت کو سمٹ کر ایک جگہ جمع نہیں ہونے دیا کہ سرمایہ داری پیدا ہو اور اس کے نتیجے میں اشتراکیت کا کوئی تصور ابھر نکلے۔ (ہم نے بہت اختصار کے ساتھ چند اہم نکتے عرض کئے ہیں، اسلام کے معاشی اور سیاسی نظام سے بحث کرنے والی کوئی کتاب آپ کے ذوق کی پوری تسکین کرسکتی ہے)۔

ہاں ایک شبہ سر اُبھار سکتا ہے، اور وہ یہ کہ عدیم المثال نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے وہ ان کے لئے تو باعث رحمت ہوسکتا ہے جو اسے سچ اور صحیح جان کر اس پر عمل پیرا ہوں لیکن وہ کفار اور مشرکین جنھوں نے اس برحق اور فطری نظام کو سرے سے مانا ہی نہیں ان کے لئے تو یہ نظام رحمت نہ ہوا۔

کافروں کے لئے رحمت

اس شبہ کا جواب بھی مشکل نہیں، تھوڑا سا غوروفکر کیجئے سمجھ میں آجائے گا ــــــ آنحضور کا کافروں

کے لئے رحمت ہونا بچند وجوہ صحیح ہے:

سب سے پہلے تو یہ کہ خدا کی عادت ہمیشہ سے کچھ اس طرح جاری رہی ہے کہ جب لوگوں میں روحانی امراض پھیلتے ہیں اور لوگ صحیح نظام کو بھول بیٹھتے ہیں تو ایک ہادی اور مصلح بھیجا جاتا ہے جو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلائے اور ان کا بھولا ہوا سبق انہیں پھر سے یاد دلا دے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اسی مقصد کے لئے دنیا میں مبعوث کئے گئے جو مختلف اوقات میں جلوہ افروز ہوئے اور دنیا کو ان آلائشوں سے پاک کر گئے جن کے ساتھ انسانیت کا دامن الجھا ہوا تھا۔

لیکن جو احمق ایسے ہادیوں کا کہا نہیں مانتے تھے اور انہیں روشنی کے باوجود اندھیرا ہی زیادہ بھلا لگتا تھا تو پھر اس پر دنیا ہی میں سخت سخت عذاب نازل ہوتے تھے عاد، ثمود اور قوم لوط کی بستیاں آج بھی کھنڈرات کی صورت میں درس عبرت دے رہی ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک کس شان سے ارشاد فرماتا ہے۔ سبحان اللہ

فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا وَکُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِیْنَ (القصص : ۵۸)

(دیکھ لو) وہ ان کے مسکن ہیں جو ان کے بعد آباد نہ ہوسکے مگر بہت کم، اور ہم ہی تو ان سب کے وارث ہیں۔

غرضیکہ جس جس قوم نے اتمام حجت کے باوجود نافرمانی کی ہے ان پر اللہ نے عذاب نازل کیا ہے۔

مگر یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا امتیاز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر خداوند قدوس نے صاف اعلان فرمادیا:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (سورۃ الانفال : ۳۳)

اور اللہ تعالیٰ ان پر آپ کے ہوتے ہوئے کوئی (عام) عذاب نازل نہ فرمائے گا۔

چنانچہ ہوا بھی یہی کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت پر کوئی عام عذاب نہیں آیا۔ اگرچہ اس امت سے خطا کاریاں اور نافرمانیاں بے شمار سرزد ہوئیں۔ کیا یہ بے پایاں رحمت نہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ اسلام میں

دوسرے یہ کہ خود وہ نظام بھی غیر مسلموں کے لئے رحمت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے کیونکہ غیر مسلموں کو جو حقوق اسلامی حکومت میں دیئے گئے ہیں ان کی مثال مذاہب عالم میں کوئی نہیں ملتی۔

اسلامی اسٹیٹ میں افراد کے عام مدنی اور شہری حقوق بالکل یکساں ہیں، اسلامی پروگرام کو ماننے یا نہ ماننے کی بناپر اسٹیٹ میں کسی فرد کو دوسرے فرد پر آزادی کے لحاظ سے ترجیح نہیں ہے حکومت ہر فرد کی آزادی کی کفیل ہے، اسلامی قانون کی رو سے اگر ایک مسلمان کسی غیر مسلم (ذمّی) کو قتل کر ڈالے تو وہ واجب القتل ہے، مسلم ریاست میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہے۔ جب تک (وہ) سچائی کے ساتھ امن و صلح کے ساتھ رہیں انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائی جاسکتی۔

اور پھر جنگ و پیکار کے مواقع پر بھی اسلامی قانون کی رو سے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر تلوار اٹھانا بالکل ناجائز ہے۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کوئی لشکر روانہ کیا ہے اُسے یہی تلقین فرمائی ہے کہ کمزور بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا اور بسا اوقات نوجوانوں کو بھی معاف کر دیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں فتح مکہ کا واقعہ اسلام کی مروّت و رواداری کا کھلا ثبوت ہے، مکّہ کے باشندے وہی تھے جنہوں نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا، صرف اس جُرم کی پاداش میں کہ وہ پتھر کے بُت کیوں نہیں پوجتے، ان کو عرب کے تپتے ہوئے ریگزاروں میں برہنہ لٹایا جاتا تھا، ان پر کوڑے برسائے جاتے تھے، مہینوں تک بھوکے پیاسے رکھے جاتے تھے، مدینہ پہنچ کر بھی مسلسل جنگوں سے بدامنی پھیلائی جاتی تھی ان کی عفت مآب خواتین کو خطاب کر کے ان سے تشبیب کی جاتی تھی۔

لیکن محمد مصطفیٰ رحمۃ للعالمین --- فداہ ابی و امی --- صلی اللہ علیہ وسلم جب اسی مکہ کو فتح کرنے آتے ہیں تو صاف اعلان فرما دیتے ہیں:

> **لاتثریب علیکم الیوم ، اذهبوا فأنتم الطلقاء من دخل دار ابی سفیان فهو آمن ، من أغلق بابه فهو آمن، ومن دخل المسجد الحرام فهو آمن .**
>
> تم پر آج کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اس کو امن ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے۔

کیا دنیا کی تاریخ کوئی مثال پیش کرتی ہے کہ کسی فاتح نے مفتوح کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو۔

یورپ اور امریکہ کے "امن پسند" چور کے ہاتھ کاٹنے اور زانی کو سنگسار کرنے پر بہت چیں بہ جبیں ہوتے ہیں کہ یہ وحشیانہ سزائیں ہیں، مگر ان سے بیساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ان "رحمدل" حضرات کو چوروں کے ہاتھوں پر تو بہت رحم آتا ہے مگر ہیروشیما کے وہ لاکھوں بیگناہ، بوڑھے، بچے اور عورتیں ان کی نگاہ میں بڑے ظالم تھے، جنہیں اس "پرامن" ایٹم بم نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، وہی بات کہ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

یہ "بالغ نظر" لوگ اسلام کی اس مروّت کی طرف نہیں دیکھتے جو فتح مکہ کے موقع پر ظاہر ہوئی۔ اگر کوئی اور ہوتا تو مکہ معظمہ آدمیوں کے خون سے لالہ زار بن جاتا، ہولناک مظالم کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جاتے اور فتح کے نشے میں نہ جانے کیا کیا جاتا لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سلوک فتح کے بعد ان کے ساتھ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اور اسی کا نتیجہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اسلام کا خوب بول بالا ہوا اور اسی کے کچھ عرصے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چالیس ہزار لوگوں کو ایسا انسان بنا کر تشریف لے گئے جو تمام انسانی اوصاف کے اعتبار سے مکمل اور نرالے تھے انہیں دیکھ کر غیر مسلم اسلام قبول کرتے تھے۔

وہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل اور خالد بن ولید جو کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف امیر لشکر بن کر آتے تھے اسلام کے فطری نظام کے محافظ اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار خادم بنے اور انہوں نے اس فطری مذہب کو قبول کرلیا جس کے خلاف آمادۂ جنگ رہتے تھے۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ہر ذرّے کے لئے رحمت ثابت ہوئے اور غیر مسلموں کے لئے بھی کیونکہ آپ نے انہیں انسان ہونے کی حیثیت سے وہ تمام حقوق عطا کئے جو مسلمانوں کو ملتے تھے اور اُس خدائی عذاب سے نجات کا سبب بنے جو سابقہ اقوام کی طرح اس امّت پر دنیا میں نازل ہوسکتا تھا۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

غیبت کرنا اور بہتان باندھنا

انسان کے پیٹھ پیچھے اس کا ایسا تذکرہ کرنا کہ اگر اسے معلوم ہو تو اسے برا لگے، یہ غیبت ہے۔ اور اگر وہ عیب اور خرابی اس کے اندر نہ ہو جو بیان کی جارہی ہے تو وہ بہتان ہے۔ غیبت اور بہتان دونوں ہی ناجائز اور کبیرہ گناہ ہیں، اور یہ گناہ اس لحاظ سے زیادہ خطرناک ہیں کہ ان کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اور یہ گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے یا جس پر بہتان باندھا گیا ہے جبکہ جس کی غیبت کی گئی ہو اس کو غیبت کا علم ہو جائے، اور غیبت پر قرآن شریف اور احادیثِ طیبہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ قرآن کریم میں اس گناہ کی شدت بیان کرنے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ شاید کسی اور گناہ کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ (الحجرات : ۱۲) ترجمہ: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم خود نفرت کرتے ہو! (لہٰذا غیبت کرنے سے بچو!) (آسان ترجمہ قرآن ۳/۱۵۸۵)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں غیبت کو ایسا قرار دیا ہے جیسا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا، جس میں کئی طرح سے خرابیاں ہیں، ایک تو انسان کا گوشت، پھر انسان بھی بھائی، اور بھائی مُردہ، کوئی بھی انسان جس کے اندر ذرہ برابر بھی انسانیت ہوگی وہ اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے بارے میں سوچ سکتا ہے، لہٰذا مردار بھائی کا گوشت کھانا جس قدر مکروہ اور بُرا ہے، ایسے ہی غیبت کرنا بھی نہایت بُری چیز ہے، اور جس طرح مردار بھائی کے گوشت سے طبعاً نفرت ہوتی ہے ایسے ہی غیبت سے بھی سخت نفرت ہونی چاہئے۔ متعدد احادیث میں غیبت کرنے اور سننے پر شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ذیل میں کچھ احادیثِ طیبہ ملاحظہ ہوں:

غیبت کی مذمت سے متعلق چند احادیثِ طیبہ

حدیث نمبر۱

غیبت کرنا زنا سے زیادہ بُرا ہے

عن أبی سعید وجابر قالا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "الغیبة اشد من الزنا". قالوا : یارسول الله وکیف الغیبة اشد من الزنا ؟ قال : ان الرجل لیزنی فیتوب فیتوب الله علیه . وفی روایة : فیتوب فیغفر الله له وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر ها له صاحبه (مشکاة المصابیح . ۵۶/۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت (گناہ اور وبال کی چیز) ہے، صحابہ کرامؓ سے عرض کیا: یارسول اللہ! غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زنا کرنے والا جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کی اس وقت تک بخشش نہیں ہوگی جب تک وہ شخص خود معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے۔(مشکاۃ شریف)

حدیث نمبر۲

غیبت کرنے والے کا چہرہ لہولہان ہونا

عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم . لما عرج بی مررت بقوم لهم اظفار من نحاس یخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء یا جبریل قال هولاء الذین یأکلون لحوم الناس ویقعون فی أعراضهم . (سنن أبی داود . ۴۲۰/۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے ہیں، اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینے کا گوشت نوچ رہے ہیں، (جس کی وجہ سے ان کا چہرہ لہولہان ہوگیا ہے، اور چہرہ کی ہڈیاں نکل رہی ہیں اور چہرہ

خوفناک ہوگیا ہے)، میں نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: "یہ وہ لوگ ہیں جو (غیبت کر کے) لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔" (ابوداؤد)

حدیث نمبر۳

غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی جائے اُسے ملنا

ان العبد ليعطى كتابه يوم القيامة منشورا فيرى فيه حسنات لم يعملها ، فيقول : يارب لم أعمل هذه الحسنات ، فيقال : انها كتبت باغتياب الناس اياك ، وان العبد ليعطى كتابه يوم القيامة منشورا ، فيقول : يارب الم اعمل حسنة يوم كذا وكذا؟فيقال له : محيت عنك باغتيابك الناس . الخطرائطى فى مساوى الأخلاق عن ابى أمامة(كنزل العمال . ۳/ ۵۹۰)

ترجمہ : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن بندے کواس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا جو پھیلا ہوا ہوگا، اس میں اس کی وہ نیکیاں بھی درج ہوں گی جو اس نے نہیں کی ہوں گی، بندہ عرض کرے گا: "اے میرے پروردگار! میں نے تو یہ نیکیاں نہیں کی ہیں، (پھر میرے نامۂ اعمال میں کیسے درج ہوگئیں؟)" اسے جواب ملے گا: "لوگوں نے تمہاری غیبت کی تھی اس وجہ سے (ان کی نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال میں) درج کردی گئیں ہیں"، اور ایک دوسرے بندے کو بھی اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا جو پھیلا ہوا ہوگا، وہ کہے گا: "اے میرے پروردگار! کیا میں نے فلاں فلاں دن وہ نیکی نہیں کی تھی (وہ نیکی آج مجھے میرے نامۂ اعمال میں نظر نہیں آرہی؟)" اسے جواب دیا جائے گا کہ تم نے لوگوں کی غیبت کی تھی اس لئے تمہاری نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال سے مٹادی گئیں" (اوراس کے نامۂ اعمال میں درج کردی گئیں جس کی تم نے غیبت کی تھی۔) (کنزل العمال)

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیبت کرنے سے انسان کی قیمتی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں، کیونکہ جس شخص کی غیبت کی جائے اگر وہ دنیا میں معاف نہ کرے تو آخرت میں ادائیگی کرنی ہوگی، اور آخرت میں

حقوق العباد کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعہ ہوگی، لہٰذا جس کی غیبت کی ہوگی آخرت میں اس کو نیکیوں کے ذریعہ بدلہ دیا جائے گا، اور غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال سے مٹادی جائیں گی۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۴

غیبت کرنے کی معافی تلافی دنیا میں کرلینی چاہئے

عن أبی هريرة - رضی الله عنه - قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شي فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولادرهم ان كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته وان لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه (صحيح البخاری. ۱/ ۲۸۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق رکھتا ہو خواہ وہ حق (غیبت و برائی کرنے یا روحانی وجسمانی ایذاء رسانی وغیرہ کی صورت میں) آبروریزی کا ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو (جیسے کوئی مالی مطالبہ ومعاملہ یا ناحق خون وغیرہ) تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو آج ہی کے دن (یعنی اس دنیا میں) معاف کرالے اس سے پہلے پہلے کہ وہ دن آئے (یعنی قیامت کا دن کہ جس دن اس کے پاس) نہ کوئی درہم ہوگا اور نہ دینار (جس سے وہ اپنا دنیاوی حق ادا کرسکے، لہٰذا اگر اس نے اپنا حق دنیا میں معاف کرالیا تو بہتر، ورنہ پھر) ظالم کے نامۂ اعمال میں جو کچھ نیکیاں ہوں گی ان میں سے ظلم کے برابر نیکیاں لے لی جائیں گی، اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی ان میں سے ظلم کے برابر نیکیاں لے لی جائیں گی، اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو پھر مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم (کی گردن) پر لاد دی جائیں گی۔ (بخاری شریف)

حدیث نمبر ۵

غیبت کرنے سے پیٹ میں خون بھرنا

عن عبيد مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، أن امرأتين صامتا على

عهد رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فجلست احداهما الى الاخرى فجعلتا تأكلان لحوم الناس ، فجاء رجل الى رسول الله فقال : يارسول الله ان هاهنا امرأتين صامتا وقد كادتا أن تموتا ، فقال رسول الله : ائتونى بهما فجائتا ، فدعا بطست أو قدح قال لاحداهما : قيئى فقاء ت من قيح ودم وصديد حتى ملأت نصف القدح ، وقال للأخرى : قيئى فقاء ت من قيح ودم صديد حتى ملأت القدح ، فقال رسول الله : ان هاتين صامتا على ما أحل الله ، وأفطرتا على ماحرم الله عليهما ، جلست احداهما الى الأخرى فجعلتا تأكلان لحوم الناس (مسند ابن ابى شيبة - ۱ / ۳۷۷)

ترجمہ: حضرت عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا، (اور وہ جمع ہوکر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں، باتوں باتوں میں ان سے غیبت بھی ہوگئی اور کچھ دیر کے بعد ان کی حالت خراب ہونے لگی) کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ دو عورتیں روزے سے ہیں اور ان کی حالت خراب ہے، وہ مرنے کے قریب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، وہ دونوں عورتیں آگئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا، ایک سے کہا کہ قے کرو، اس نے قے کی تو خون کے لوتھڑے، گوشت کے ٹکڑے اور پیپ نکلا، یہاں تک کہ آدھا پیالہ بھر گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عورت سے کہا کہ قے کرو، تو اس کے منہ سے بھی یہی کچھ نکلا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں عورتوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں (یعنی کھانے پینے) سے اپنے آپ کو روک کر روزہ رکھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز (یعنی غیبت) سے اپنے آپ کو نہیں روکا، (جس کے نتیجہ میں پیٹ میں خون، پیپ اور گوشت بھر گیا تھا۔) (مسند ابن ابی شیبہ)

حدیث نمبر ٦

کسی گناہگار کی غیبت بھی گناہ ہے

عن ابى هريرة : أن ماعزا جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال : يا

رسول الله انی قد زنیت ... فأمر برجمه فرجم فسمع النبی صلی الله علیه وسلم رجلین یقول أحدهما لصاحبه ألم ترالی هذا الذی ستر الله علیه فلم تدعه نفسه حتی رجم رجم الکلب فسار رسول الله - صلی الله علیه وسلم- شیئا ثم مربجیفة حمار فقال : أین فلان وفلان قوما فانزلا فکلا من جیفة هذا الحمار - " قالا : غفر الله لک یا رسول الله وهل یؤکل مثل هذا ؟ قال :فما قلتما من أخیکما آنفا شر من هذا والذی نفسی بیده انه الآن لفی أنهار الجنة یتقمس فیها.(السنن الکبری للبیهقی. ۸/۲۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زنا کا اقرار کیا (بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اعراض کرنے اور کچھ سوال وجواب کے بعد رجم کرنے کا حکم دیدیا،) جب انہیں رجم کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عیب پر پردہ رکھا تھا مگر انہوں نے اسے ہٹا دیا اور آخرکار انہیں کتے کی طرح رجم کردیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلتے رہے، تھوڑا چلنے کے بعد ایک مردار گدھے پر گزر ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دو آدمی کہاں ہیں جنہوں نے حضرت ماعزؓ کے بارے میں وہ جملہ کہا تھا؟ (انہوں نے کہا کہ ہم حاضر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) سواری سے اترو اور یہ مردار گدھا کھاؤ، انہوں نے کہا یارسول اللہ! یہ مردار گدھا کون کھا سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے ماعز کے بارے میں جو جملہ کہا تھا وہ اس سے بدتر تھا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ماعز جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہے ہیں۔ (سنن کبریٰ)

حدیث نمبر ۷

غیبت کرنے کی وجہ سے مردار کی بدبو آنا

عن جابر بن عبد الله قال کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فارتفعت ریح جیفة منتنة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أتدرون ماهذه الریح هذه

ریح الذین یغتابون المؤمنین (مسند احمد . ٢٣/ ٩٧)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اچانک ایک بدبودار مردار کی بدبو اٹھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو یہ کس چیز کی بدبو ہے؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا:) یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مومنین کی غیبت کر رہے ہیں۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ٨

معمولی غیبت بھی گناہ ہے

عن أنس بن مالک قال كانت العرب تخدم بعضها بعضا فى الاسفار وكان مع أبى بكر وعمر رجل يخدمهمافناما فاستيقظا ولم يهئى لهما طعاما فقال أحدهما لصاحبه ان هذا ليوائم نوم بيتكم فأيقظاه فقالاائت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقل له ان أبابكر وعمر يقرئانک السلام وهما يستأدمانک فقال أقرأ هما للسلام وأخبرهما أنهما قد ائتدما ففزعا فجاء ا الى النبى صلى الله عليه وسلم فقالا يا رسول الله بعثنا اليک نستأدمک فقلت قد آئتدما فبأى شئى ائتدمنا قال بلحم أخيكما والذى نفسى بيده انى لأرى لحمه بين أنيابكما قالافاستغفر لنا قال هو فليسغفر لكما (الأحاديث المختارة للضياء المقدسى . ٢/ ٢٩٢)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ وہ سفر میں ایک دوسرے سے خدمت لیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر میں خدمت کے لئے ایک شخص ساتھ تھا، (اس کے ذمہ کھانا پکانے کی خدمت تھی)، یہ حضرات آرام فرما کر جب بیدار ہوئے تو خادم نے کھانا تیار نہیں کیا تھا، (خادم بھی اس طرح سو گیا تھا کہ کھانا نہیں پکا سکا اور تاخیر سے بیدار ہوا تھا)، ان حضرات میں سے ایک نے دوسرے ساتھی سے اس خادم کے بارے میں فرمایا

کہ یہ تو ایسے سورہا ہے جیسے گھر میں سوتا ہے، (یعنی بے فکری سے سورہا ہے، گویا اس کے بہت زیادہ سونے کی برائی بیان کی) پھر جب ان حضرات نے اس خادم کو جگایا تو اس سے فرمایا: تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ہمارا سلام عرض کردو اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ سالن ہو تو وہ لے آؤ، وہ خادم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور سلام عرض کرکے کہا کہ وہ حضرات آپ سے سالن مانگ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو میرا سلام پیش کرنا اور یہ کہنا کہ سالن آپ کھا چکے ہیں، جب ان حضرات نے یہ سنا تو گھبراتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نے آپ سے سالن مانگا تھا اور آپ نے فرمایا کہ ہم سالن کھا چکے، تو ہم نے کس چیز کا سالن کھایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے گوشت کا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے دانتوں کے درمیان اس کا گوشت دیکھ رہا ہوں، ان دو حضرات نے عرض کیا کہ ہمارے لئے بخشش کی دعا فرمادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: جس کی تم نے برائی کی ہے اسے چاہئے کہ وہ بخشش کی دعا کرے۔ (الاحادیث المختارۃ)

تشریح: دیکھئے! کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ زیادہ سوتا ہے یا سفر میں بھی ایسے سویا ہوا ہے جیسے گھر میں سوتا ہے، آجکل معمول کی بات ہے، اور معاشرے میں اس کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس کو زیادہ برا سمجھا جاتا ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی غیبت قرار دیا اور چونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس لئے معافی کے لئے اسی شخص سے رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔ اس واقعہ سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں کوئی ناگوار بات کہنا کس قدر بُرا ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ غیبت کا وبال اور اس کی وعیدیں بہت زیادہ ہیں، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے ڈرنا چاہئے اور اس سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، اور یہ عزم کرلینا چاہئے کہ آئندہ نہ کسی کی غیبت کریں گے نہ سنیں گے، کیونکہ جس طرح غیبت کرنا گناہ ہے اسی طرح اپنے اختیار سے غیبت سننا بھی گناہ ہے، لہٰذا اب تک اگر کسی کی غیبت کی ہو تو اس سے مل کر معاف کرالینا چاہئے، اور آئندہ بچنے کی کوشش

کرنی چاہئے ، جو آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس گناہ سے بچے گا اس کے لئے حدیث شریف میں بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غیبت نہ کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگا

عن أبی سعید الخدری ، فقال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من قل ماله ، وکثر عیاله ، وحسنت صلاته ، ولم یغتب المسلم ، جاء یوم القیامة وهو معی کهاتین ، قال یونس : قال ابن وهب : یعنی باصبعیه (تهذیب الآثار للطبری ۶/ ۲۳)

ترجمہ: جس شخص کا مال کم ہو اور اہل وعیال زیادہ ہوں ،نماز اچھی طرح سے پڑھتا ہو اور مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ہوں گے جیسے دو انگلیاں۔(تہذیب الآثار)

تشریح

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت اور بیچ کی انگلی قریب قریب کر کے ارشاد فرمایا کہ جیسے یہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں، اسی طرح میں اور وہ شخص نزدیک ہوں گے جو درج ذیل چار کام کرے:

۱۔ مال کم ہو تو صبر سے کام لے۔
۲۔ عیال زیادہ ہوں تو مانگنے سے پرہیز کرے۔
۳۔ خشوع وخضوع کے ساتھ سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا اہتمام کرے۔
۴۔ غیبت کرنے سے اپنی زبان کو بچائے۔

اسی طرح جو شخص خود بھی غیبت نہ کرے اور جہاں کسی مسلمان کی غیبت ہو رہی ہو وہاں اس کا دفاع کرے تو ایسے شخص کے لئے بھی عظیم اجر وثواب ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے:

غیبت سے روکنا، دوزخ سے بری ہونا ہے

عن أسماء بنت یزید ، قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "من

ذب عن لحم أخيه بالمغيب كان حقا على الله أن يعتقه " أى : ينجيه من النار . (شعب الايمان . ١٠/ ١٠٥)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گوشت کی حفاظت کرے (یعنی کوئی اس کی برائی کرے تو وہ اس کا دفاع کرے) تو اللہ تعالیٰ پر یہ اس کا حق ہے کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرمائیں گے۔ (شعب الایمان)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:

کسی کی آبرو بچانا دوزخ سے بچنا ہے

وعن أبى الدرداء قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : "مامن مسلم يرد عن عرض أخيه الا كان حقا على الله أن يرد عنه نار جهنم يوم القيامة ". ثم تلا هذه الآية : (وكان حقا علينا نصر المؤمنين) (مشكاة المصابيح . ٣/ ٨٠)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کی عزت وآبرو کا دفاع کرتا ہے اللہ پاک قیامت کے دن اس کے چہرے کے سامنے سے دوزخ کی آگ کو ہٹانا اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور ہم نے یہ ذمہ داری لی تھی کہ ایمان والوں کی مدد کریں۔ (مشکوۃ المصابیح)

غیبت سے بچنے کا طریقہ

بہرحال غیبت کرنے اور سننے سے مکمل اجتناب کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، اور اس کے لئے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ خاموش رہنے کی عادت بنائی جائے، غیبت کرنے سننے کی وعیدیں اور اس گناہ سے بچنے کے فضائل ذہن میں مستحضر رکھے جائیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی جائے کہ اپنے فضل وکرم سے اس گناہ سے محفوظ رکھے۔

غیبت کے گناہ سے توبہ

اگر کسی شخص کی غیبت ہو جائے اور ہماری غیبت کرنے کا اس کو علم بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص سے بھی معافی مانگنا ضروری ہے، اس کے بغیر توبہ مکمل نہ ہوگی، اور اگر اس کو ہماری غیبت کرنے کا علم نہ ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلینا کافی ہے۔(۱)

ان صورتوں میں غیبت کرنا جائز ہے

البتہ شریعت نے انسان کی فطرت کی بھی رعایت کی ہے اور انسان کی جائز ضروریات کا بھی لحاظ رکھا ہے، اس لئے بعض مواقع ایسے بھی ہیں جہاں غیبت کرنا جائز ہے، مثلاً:

۱۔۔۔مظلوم کے لئے ظالم کی غیبت ایسے شخص کے سامنے جائز ہے جو اسے ظلم سے نجات دے سکتا ہو، مثلاً اگر مظلوم کو کوئی تکلیف اور اذیتیں پہنچا رہا ہے تو وہ اپنا مقدمہ حاکم یا جج کے پاس عدالت میں دائر کرسکتا ہے اور اپنے سارے حالات حاکم، جج یا افسر اعلیٰ یا ڈی آئی جی یا آئی جی کو سنا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ مظلوم جس کی حکام تک رسائی نہ ہو تو وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اپنے ظلم کی داستان اور ظالم کے ظلم کا تذکرہ ایسے شخص کے سامنے بھی کرسکتا ہے جو اسے اگرچہ ظلم سے نجات تو نہیں دے سکتا لیکن کم از کم اسے تسلی دے سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ کرے اور اپنی طرف سے مبالغہ آرائی نہ کرے۔ لقولہ تعالیٰ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (اصلاحی خطبات: از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

۲۔۔۔کوئی شخص بدعت کی اشاعت میں مشغول ہے یا کسی اور ناجائز خلافِ شرع بات کے پھیلانے میں مشہور ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی اس میں مبتلا ہوسکتے ہیں تو لوگوں کے سامنے اس کی خلافِ شرع بات یا بدعت کو ظاہر کرنا جائز ہے، تاکہ دوسرے لوگ اس کی باتوں میں آکر بدعت اور ناجائز کاموں میں مبتلا نہ ہوں۔

۳۔۔۔کسی شخص کا بیٹا یا کسی شیخ کا مرید یا کسی استاد کا شاگرد کسی ناجائز خلافِ شرع بات میں مبتلا ہو رہا ہے

---

(۱) وعن أنس . رضي الله عنه . قال :قال رسول الله . صلى الله عليه وسلم :" ان من كفارة الغيبة . اى : بعد تحقق التوبة (أن تستغفر) اى : أنت أيها المخاطب خطابا عاما(لمن اغتبته ، تقول) : بدل أو بيان أو حال (اللهم اغفر لنا) اى : اذا كانوا جماعة ، أو لنا معشر المسلمين عموما (وله) اى : لمن اغتبته خصوصا ، والظاهر أن هذا اذا لم تصل الغيبة اليه ، وأما اذا وصلت اليه فلا بد من الاستحلال بأن يخبر صاحبها بما قال فيه ويتحللها منه ، فان تعذر ذلک فليعزم على أنه متى وجده تحلل منه ، فاذا حلله سقط عنه ما وجب عليه له من الحق ، فان عجز عن ذلک كله بأن كان صاحب الغيبة ميتا أو غائبا ، فليستغفر الله تعالىٰ ، والمرجو من فضله وكرمه أن يرضى خصمه من احسانه ، فانه جواد كريم رؤوف رحيم . (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح . ۳۰۵۷/۷)

تو اس کی اصلاح کی خاطر اس کے باپ، شیخ اور استاد کو یہ بتانا کہ تمہارا بیٹا، مرید یا شاگرد ایسا کر رہا ہے، جائز ہے۔

۴۔۔۔ کوئی شخص ایسا ہے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اب اگر اس کے بارے میں دوسروں کو نہ بتایا گیا تو وہ اس کے ہاتھوں سے نقصان کا شکار ہو جائیں گے، ایسے موقع پر دوسروں کو اس سے ہوشیار رہنے کے لئے کہنا جائز ہے۔

۵۔۔۔ کسی کو کسی سے کوئی معاملہ مثلاً خریداری یا کرایہ داری یا رشتہ لینے دینے کا کرنا ہے تو وہاں اگر کوئی پوچھے کہ فلاں دکاندار کیسا ہے، فلاں پارٹی یا لڑکا کیسا ہے تو اس صورت میں اگر برائی یا کوئی عیب اس میں پایا جاتا ہوں تو اس کا بیان کرنا جائز ہے، یہ ممنوع نہیں، تاکہ دوسرا شخص دھوکہ میں بتلا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غیبت کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

پروفیسر محمد یونس میؤ

زکی کیفی ۔ ترکِ تمنّا کا شاعر

(کیفی کا تصورِ عشق)

محمد زکی کیفی، معروف عالمِ دین، مفسرِ قرآن مفتی محمد شفیعؒ، فاضل دارالعلوم دیوبند، بانی جامعہ دارالعلوم کراچی کے بڑے صاحبزادے، مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا رضی عثمانی اور مولانا محمد ولی رازی کے برادرِ معظم اور معروف شاعر "سعود عثمانی" کے والد ماجد تھے۔ دیوبند کے دینی اور علمی ماحول میں آنکھ کھولی، جہاں خاص طور پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور اُن کے معاصر جیّد اکابر علماء دیوبند سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ (ر) جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی "آپ بیتی" (۱) (Autobiography) میں مولانا زکی کیفی کے بارے میں لکھا ہے:

> "ہمارے سب سے بڑے بھائی جناب محمد زکی کیفی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جنہیں ہم بھائی جان کہتے تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں درسِ نظامی کی تعلیم متوسط کتابوں تک حاصل کی تھی، لیکن پھر کچھ حالات ایسے ہوئے کہ وہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے، اور اُنہوں نے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کئے ہوئے کتب خانے "دارالاشاعت" کو سنبھالا ہوا تھا لیکن ان کا مطالعہ خاص طور پر تاریخ و سیرت، تصوف اور اکابر علماء دیوبند کے حالات و سوانح اور ان کے ملفوظات و افادات کے معاملے میں اتنا وسیع تھا کہ اچھے اچھے علماء بھی اس میں ان کی ہمسری نہیں کرسکتے تھے۔ اس کے علاوہ

(۱)۔ یہ آپ بیتی آپ نے "یادیں" کے عنوان سے جامعہ دارالعلوم کراچی کے ماہنامہ "البلاغ" میں لکھنی شروع کی ہے۔ اب تک اس کی تیرہ اقساط شائع ہوچکی ہیں۔ یہ سلسلہ سوانح نگاری کی تاریخ میں ایک خوبصورت اضافہ پر منتج ہوگا۔ جس کے ذریعے ایک عہد کی تاریخ سامنے آنے کا امکان ہے۔ اس ضمن میں اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ساتھ عثمانیوں کی علمی اور ادبی خدمات بھی اس تذکرے کا حصّہ بنیں گی۔ "یادیں" انشاء پردازی کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہوگی۔ اور مستقبل کے کسی بھی سوانح نگار کے لئے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی اس علمی و ادبی خدمت کو نظر انداز کرنا ممکن نہ ہوگا۔ (میو)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت تھے۔ اور تمام بزرگوں کے منظورِ نظر، حضرت مفتی محمد حسن صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا داؤد غزنوی، حضرت مولانا غلام رسول صاحب سب ان سے محبت کرتے تھے اور جب "انار کلی" (۱) میں ان کی کتابوں کی دکان کے قریب سے گزرتے تو وہاں تشریف لا کر کچھ دیر بیٹھتے اور اپنے فیوض سے انہیں سرفراز فرماتے تھے، بھائی جان کو قرآن کریم کی تلاوت کا خاص ذوق تھا اور رمضان المبارک میں دس سے پندرہ تک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ بہترین شاعر تھے اور ان کا کلام "کیفیات" کے نام سے قبول عام حاصل کر چکا ہے۔ جس پر میں نے پیش لفظ بھی لکھا ہے "۔ (۲)

مولانا تھانویؒ سے آپ کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے لکھنا سیکھا تو سب سے پہلے مولانا ہی کو خط لکھا جس کے جواب میں حضرت تھانوی نے فرمایا:

"برخوردار سلمہ السلام علیکم مع الدعاء، تمہارے حروف دیکھ کر دل خوش ہوا، تمہاری علمی و عملی ترقی کی دعا کرتا ہوں۔ خط ذرا اور صاف کرلو، اس سے مکتوب الیہ کو بھی سہولت اور راحت ہوتی ہے، اس نیت سے ثواب بھی ملتا ہے۔ دیکھو! میں تم کو بچپن سے صوفی بنا رہا ہوں، دردسر کا یہ تعویذ سر میں باندھ لو، سب گھر والوں کو سلام ودعا۔ اشرف علی (۳)"

آپ روایتی صوفی تو نہ بن سکے البتہ صوفی شاعر ضرور بن گئے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے ایک جگہ آپ کی شاعری کو عارفانہ شاعری قرار دیا ہے (۴)، جس کو مولانا تھانوی کے ارشاد کی تفسیر کہا جاسکتا ہے۔

---

(۱) ادارۂ اسلامیات لاہور دینی کتب اور خاص طور پر علماء دیوبند کی تصنیفات کے حوالہ سے لاہور کا بڑا ادارہ ہے۔ (میوؔ)

(۲) جسٹس تقی عثمانی، "یادیں"، ماہنامہ البلاغ، دسمبر ۲۰۱۷ء، ص: ۲۸۔

(۳) دیکھئے مکتوب مولانا اشرف علی تھانویؒ بنام مولانا زکی کیفی، مطبوعہ ماہنامہ "البلاغ" کراچی، ۵۳/ ۴، (جنوری ۲۰۱۸ء)، ص: ۳۰۔

(۴) مولانا تقی عثمانی، حرف آغاز، کیفیات، ادارۂ اسلامیات، لاہور، طبع دوم، ص: ۲۳۔

پھر وقت کے بڑے بڑے ادباء، شعراء اور نقاد حضرات نے آپ کی شاعرانہ حیثیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ کُھلا خراج تحسین پیش کیا، طبقۂ علماء اور خاص طور پر علماء دیوبند میں ہوتے ہوئے صاحبِ اسلوب، سکہ بند شعراء میں ہمیشہ کے لئے ایک مقام محفوظ کرلینا جناب کیفؔی کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔

محقق، شاعر، ادیب اور نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں:

"جب میں نے اوّل مرتبہ زکی کیفی کے کلام کو سنا تو بہت محظوظ ہوا اور دیر تک سوچتا رہا کہ مولانا مفتی شفیع (مرحوم) کے فرزند، دیوبند کے فارغ التحصیل ایک عالمِ دین کو خداوند تعالیٰ نے ایک شاعر نغز گو بھی بنایا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے جناب کیفی کے فکر وفن پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

"میں اتنا کہنے پر مجبور ہوں کہ کیفؔی نے اپنی شاعری میں دین ودل کے تقاضوں کو جس خوبی سے باہم ملایا ہے، وہ دراصل ایک نمونہ ہے اُس پاکیزہ شاعری کا جس کی پاکستان کے خوش ذوق مگر دین دار طبقے کو مدت سے تلاش تھی ۔ مرحوم کیفی ایک دین دار، سچے مسلمان، سچے پاکستانی، ایک شریف دوست اور شائستہ شہری تھے ۔ انہیں عناصر سے مل کر جو شے شعر کے قالب میں ڈھل کر ہمارے سامنے آتی ہے اس کا نام "کیفیات" ہے۔[1]

کیفؔی اونچے درجے کے سخن سنج، سخن فہم اور سکہ بند شاعر تھے۔[2] اگرچہ آپ نے مختصر عمر پائی لیکن بہت جلد وہ مقام حاصل کرلیا جو شعراء کو ایک مدت کی مشق ومزاولت کے بعد ملتا ہے۔[3] جناب کیفی نے یوں تو ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن درحقیقت وہ غزل کے شاعر تھے، بظاہر وہ میر تقی میر کے تغزل سے متأثر نظر آتے ہیں، ان کا یہ شعر کئی اعتبار سے قابلِ غور ہے:

---

(۱) سید عبداللہ، تبصرہ بر "کیفیات"، ص: ۳۱، ۳۴، ۳۵

(۲) ماہر القادری، پیش لفظ کیفیات، ص: ۱۲

(۳) احسان دانش، حرف چند، کیفیات، ص: ۷

خونِ جگر پلایئے کیفی ابھی کچھ اور
آسان نہیں ہے کہنا غزل میر کی طرح [۱]

اسی طرح اس شعر میں میر کی شعری عظمت کا اعتراف ملتا ہے:

یا دل میں اترتی ہیں کسی شوخ کی باتیں
یا میر کا انداز سخن رام کرے ہے [۲]

میر کی عظمت کا اعتراف تو غالب جیسے شاعر نے بھی کیا ہے:

ریختے کے تمہیں اُستاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا [۳]

اُستاد ابراہیم ذوق غالب و مومن کے ہم عصر تھے، اُن کا یہ شعر ہے:

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

کیفی کی غزل جملہ روایتی آدابِ غزل گوئی کے باوجود بعض انفرادی نقوش کی حامل ہے [۴]۔ دورِ حاضر کے نمائندہ غزل گو شاعر جناب احمد ندیم قاسمیؒ نے آپ کی غزل کا مقام متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

"زکی کیفی کی غزل میں جو سلاست اور سادگی ہے وہ رمز اور پرکاری کا دوسرا نام ہے ۔ نرم گفتاری، تہذیب یافتہ لہجہ، شگفتہ طبعی، سلیقہ مندی زکی کیفی کی اُن تمام شخصی خوبیوں کا انعکاس ان کی غزل گوئی میں اتنی خوبصورتی اور بھرپور انداز میں ہوا کہ کیفیات کو غزلیات کے ایک منفرد مجموعے کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔" [۵]

---

(۱) کیفیات، ص: ۹۰
(۲) کیفیات، ص: ۱۲۲
(۳) دیوانِ غالب، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد، ص: ۳۴
(۴) سید عبداللہ، کیفیات، ص ۳۲
(۵) احمد ندیم قاسمی کی خصوصی تحریر "منفرد مجموعہ" مشمولہ کیفیات، ص ۳۶

زکی کیفی کی شاعری نظریات اور افکار کی شاعری ہے، بعض خیالات کو انہوں نے بالکل نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ ایک صاحب اسلوب شاعر ہیں جس کا انہیں بجا طور پر احساس بھی ہے:

اک شُعلہ خاموش ہے پوشیدہ غزل میں
کیوں لوگ نہ کیفی ترے اشعار سے جلتے (۱)

وہ دبستان حالؔی کا آخری شاعر ہے جس نے علامہ محمد اقبالؔ کے بعد اُن کی شعری روایت کو زندہ رکھا ہے۔ وہ دورِ حاضر کی شاعری پر تنقید کرتے ہوئے اپنی انفرادیت کا احساس بھی دلاتے ہیں:

ہم نے بھی راہِ عشق کی طے کی ہیں منزلیں
لیکن بچے ہوئے روشِ عام سے رہے (۲)

عشق میں ادب وخلوص ووفا کا جو لہجہ آپ نے اختیار کیا ہے سچ بات تو یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند کے بہت ہی کم شعراء کو نصیب ہوا ہے، اس شعر میں "شائستہ آدابِ محبت" کی ترکیب بڑی پرلطف چیز ہے، اور وفاؤں سے شرمندگی کا احساس ایک نادر خیال ہے:

جو لوگ تھے شائستہ آدابِ محبت
شرمندہ وفاؤں سے خطاؤں کی طرح تھے (۳)

اور اسی طرح یہ شعر دیکھئے:

پاسِ ادب سے عشق نے اپنی وفا کا ذکر
اُن سے اگر کیا بھی تو تقصیر کی طرح (۴)

"تو تقصیر" میں اگر چہ "اتصال بعد سقوط" ہے مگر پھر بھی یہ شعر بہت خوب ہے۔ (۵)

---

(۱) کیفیات، ص: ۱۲۸
(۲) کیفیات، ص: ۱۳۵
(۳) کیفیات، ص: ۲۰۷
(۴) ایضاً، ص: ۹۰
(۵) ماہر القادری، پیش لفظ کیفیات، ص ۱۸

اس سے آگے ایک بہت ہی نایاب خیال جو کسی صاحب نظر، صاحب کمال اور صاحب احتیاط وضبط کے ہاں ہی ہوسکتا ہے، یعنی اپنی وفا کا ذکر ہی نہیں بلکہ اِن کے (محبوب) کرم کے تذکرہ میں بھی سوءادب کا احتمال ہوسکتا ہے:

تذکرہ اُن کے کرم کا بھی نہ کرنا ان سے
ڈر ہے یہ بھی نہ کہیں سُوء ادب بن جائے [1]

عاشق وصال وقربِ محبوب کو اپنا حق تصور کرتا ہے، غالب جیسا فکر سے لبریز شاعر بھی ان تمناؤں سے بے نیاز نہ رہ سکا اور جابجا اپنی بے تاب تمناؤں کا اظہار کرتا رہا:

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا [۲]

فراق ووصال، حُسن واداء دعویٰ وفا اور شکوۂ جفا جیسے مضامین شعراء کی شعری تہذیب کا حصہ رہے ہیں، شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اس شعری روایت کو نہ نبھایا ہو، لیکن کیفی ایک ایسا شاعر ہے جو دعویٰ وفا کرتا ہے نہ شکوۂ جفا، قربِ دوست تو دور کی بات ہے وہ اس احساس اور تمنا کو بھی ہوس سے تعبیر کرتا ہے، ملاحظہ ہو یہ شعر:

دعویٰ وفا کا اور تمنائے قُربِ دوست
یہ عشق ہے اگر تو ہوس کس کا نام ہے [۳]

یہ شعر عاشقانہ واردات کے اعتبار سے جس قدر نازک ہے اُسی قدر حسین بھی ہے، "تمنائے قربِ دوست" کو "ہوس" کہہ کر شاعر نے عشق کی پاکیزگی کو سند دے دی ہے۔ [۴]

عشق میں تمنائے وصال ایک طرح سے صلہ وبدلہ کا مترادف ہوتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں عشق خودغرضی اور حظِ نفس کی حدود سے جاملتا ہے۔ پاکیزہ عشق خواہ اس کا جامہ مجازی ہی کیوں نہ ہو اس قسم کی تمناؤں

---

(۱) کیفیات، ص:۸۴
(۲) دیوانِ غالب، ص:۱۸
(۳) کیفیات، ص:۱۶۳
(۴) ماہر القادری، پیش لفظ کیفیات، ص:۱۸

سے گریز کرتا ہے، کیفی نے کہا ہے:

اچھا ہے رہے دل یونہی نا کام تمنا
بنتے ہوئے دیکھا ہے محبت کو ہوس بھی [1]

ماہر القادری نے اس شعر کے فنی محاسن بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مولانا زکی کیفی کا صرف یہ ایک شعر ان کی ناموری، کمالِ فن اور شہرت کے لئے نقشِ دوام بن سکتا ہے۔ فکروفن کے ایسے معجزے شاعروں سے کبھی کبھار ظہور میں آتے ہیں۔ [2]"

عشق ومحبت کے لطیف وعظیم جذبہ کو سب سے زیادہ نقصان خود عشق کے دعویٰ داروں سے پہنچا ہے۔ ڈاکٹر خلفیہ عبد الحکیم کہتے ہیں:

"تمام دنیا کے ہوس پرستوں اور سراپائے معشوق کے ہر عضو پر گرویدہ ہونے والے شاعروں نے کبھی اپنی ہوس کو ہوس نہیں کہا اور ہمیشہ اس کے لئے عشق ہی کا لفظ استعمال کیا ہے"۔ [3]

غالب نے اس شعر میں ایسے ہی ہوس پرستوں کی بات کی ہے:

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی [4]

کیفی نے عشق وہوس میں خطِ امتیاز کھینچ دیا ہے۔ اہلِ ہوس کو کم ظرف اور محدود سوچ وفکر کا حامل قرار دیا ہے:

فکرِ چمن ہو قید قفس میں
ظرف کہاں یہ اہلِ ہوس میں

(۱) کیفیات، ص: ۱۳۹

(۲) ماہر القادری، پیش لفظ کیفیات، ص ۲۰

(۳) خلیفہ عبد الحکیم، اقبال کی شاعری میں عشق کا مفہوم، مشمولہ مطالعہ اقبال، بزم اقبال، لاہور، طبع دوم مئی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۶

(۴) دیوان غالب، ص: ۱۵۰

کیفی تم بھی قرب کے طالب
فرق کرو کچھ عشق وہوس میں (۱)

جناب کیفی کا تصورِ عشق محبوب کے ادب پر مبنی ہے، ایک غزل میں عشق اور اس کے تقاضوں کو یوں بیان کیا ہے:

عشق ادب کا نام ہے کیفی، یہ بھی ادب میں شامل ہے
جس کی محبت دل میں بسی ہو اُس کی گلی میں جائے کم (۲)

کیفی نے عشق وادب کو لازم وملزوم قرار دیا ہے اور محبوب کے کوچہ میں جانا سوءِ ادب قرار دیا ہے۔ میر تقی میر نے اس خیال کو ایک اور ہی پیرایہ میں بیان کیا ہے:

دور بیٹھا غبارِ میر اُس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا (۳)

اگرچہ کیفی اپنے نظریہ عشق میں کسی کا مقلد نہیں ہے، تاہم یہ کہنا غیر مناسب بھی نہ ہوگا کہ آپ نے علامہ اقبال کے فلسفۂ عشق کی کچھ تفصیل بھی بیان کی ہے۔ خاص طور پر عقل وخرد اور عشق کے مقامات میں کیفی مرحوم نے اقبال کو پیش نظر رکھا ہے۔ مثلاً اقبال فرماتے ہیں کہ عقل مصلحت اندیش اور نفع ونقصان کی پابند ہوتی ہے۔ اس ضمن میں اقبال کے شہرۂ آفاق اشعار ملاحظہ ہوں:

پُختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی (۴)

زکی کیفی نے عقل وجنوں (عشق) کے مقامات کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے:

---

(۱) کیفیات، ص: ۱۸۰
(۲) کیفیات، ص: ۲۴۴
(۳) کلیاتِ میر، الحمرا پبلشنگ، اسلام آباد، طبع اول، جولائی ۲۰۰۰ء، ص: ۳۰
(۴) کلیاتِ اقبال (اردو)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت ۱۹۸۶ء، ص: ۲۷۸

ہر پست ہر بلند سے گزرا میرا جنوں
سود وزیاں پسند خِرد سوچتی رہی
جنوں کی راہ چلے آؤ ہوش میں کیفیؔ
خِرد کے پاس ہے کیا فکر بیش وکم کے سوا [۱]

عقل شک وشبہ کے زیر اثر اسباب وعلل میں وقتِ عمل کھودیتی ہے، جبکہ عشق عزم ویقین کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے، عقل تنقید کرتی ہے، جبکہ عشق بہرا ہوتا ہے:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ [۲]

رموزِ بےخودی میں عقل کے بارے میں فرمایا:

عقل در پیچاکِ اسباب و علل
عشق چو گاں بازِ میدانِ عمل
عقل را سر مایہ از بیم وشک است
عشق را عزم ویقین لاینفک است [۳]

"عقل اسباب اور وجوہ کے چکر میں پڑی رہتی ہے، عشق میدانِ عمل کا شہسوار ہے۔ عقل کا سرمایہ خوف اور شک ہے، عشق وعزم ویقین لازم وملزوم ہیں"

علامہ محمد اقبال کے ان اشعار کا مفہوم کیفیؔ نے اس شعر میں بیان کردیا ہے:

یقین کی منزلوں میں رہنما ہے اب جنوں میرا
خرد کی رہنمائی عالمِ وہم وگماں تک تھی [۴]

کیفیؔ نے علامہ سے اپنی عقیدت کا اظہار ایک نظم "علامہ اقبال" میں کیا ہے، اس نظم کے نو اشعار ہیں،

(۱) کیفیات، ص: ۹۸، ۱۷۱
(۲) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص: ۴۸۲
(۳) کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص: ۱۰۹
(۴) کیفیات، ص: ۸۳

مقطع میں اقبال کو مردِ قلندر کے نام سے یاد کیا ہے:

اربابِ خرد کہہ نہ سکے جن کو سرِ دار
اِک مرد قلندر نے کیے فاش وہ اسرار

علامہ اقبال نے مسلمانانِ ہند کی بیداری میں جو کردار ادا کیا، کیفی نے اس کا ذکر اس شعر میں کیا ہے:

بیدار ہوئی قوم تری بانگِ درا سے
ہیں گرمِ سفر آج، جو تھے نقش بدیوار

اقبال کے فلسفۂ خودی اور مغربی تہذیب پر اُن کی تنقید کا حوالہ اس شعر میں موجود ہے، کیفی اقبال سے مخاطب ہیں:

ہاں تو نے ہی سمجھائے ہیں اسرار خودی کے
ہاں تو نے ہی توڑا بتِ افرنگ کا پندار

نظم کے آخری شعر میں اقبال کے پیغام کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

کیفی ہے خلاصہ یہی پیغام کا اس کے
اِک ہاتھ میں قرآن ہو اِک ہاتھ میں تلوار [1]

ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں تلوار کی بات اقبال نے اپنی فارسی تصنیف "جاوید نامہ" کی نظم "قصرِ شرف النساء" میں کہی ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ شرف النساء پنجاب کے گورنر عبدالصمد کی بیٹی تھی، جو اپنی کمر میں دودھاری تلوار اور ہاتھ میں قرآن رکھتی تھی:

ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند
مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربتِ ما را ہمیں ساماں بس است [2]

---

(۱) ملاحظہ ہو کیفیات میں موجود نظم "علامہ اقبال" ص: ۲۷۳، ۲۷۴
(۲) کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص: ۷۴۴

"یہ دونوں قوتیں ایک دوسری کی حفاظت کرتی ہیں، زندگی کی کائنات انہی دو کے گرد گھومتی ہے، مومنوں کے لئے قرآن کے ساتھ تلوار کافی ہے، ہماری تربت کے لئے یہی سامان کافی ہے۔"

اس نظم کے آخر میں اقبال نے کہا ہے کہ برسوں شرف النساء کے مزار پر شمشیر و قرآن رکھے رہے اور اہل حق کو زندگی کا پیغام دیتے رہے، یہاں تک کہ سکھ اس کے مرقد سے دونوں چیزیں اٹھا کر لے گئے اور پنجاب میں مسلمانی ختم ہوگئی۔

اقبال کی یہ نظم بڑی جذباتی اور مؤثر ہے، کیفی جیسے شاعر، مذہب جس کی گھٹی میں پڑا ہو اُس کا اس نظم سے متاثر ہونا کوئی غیر معمولی واقعہ نہ تھا، کیفی کی شاعری ایک سچے مسلمان اور سچے پاکستانی کی شاعری ہے۔ "نذرِ وطن" اور "وطن سے واپسی" دو ایسی نظمیں ہیں جن میں وطن عزیز سے محبت کا بھر پور اظہار کیا گیا ہے۔ "مجاہدین پاکستان" اور "شوقِ جہاد زندہ باد" جیسی نظموں میں قوم کو جہادِ زندگانی کی تحریک دی گئی ہے۔ "عزائم" ایک خوبصورت نظم ہے جو جون ۱۹۷۰ء میں لکھی گئی۔ اس نظم کا ایک شعر بہت مشہور ہوا، کشمیر اور افغانستان میں کام کرنے والی تنظیموں نے اس شعر سے تحریک لی، خطیبوں اور مجاہدوں نے اس شعر کو اپنی تقریروں کا عنوان بنایا:

یہ بات عیاں ہے دُنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزمِ جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے (۱)

"خون شہیداں" ۱۹۶۵ء کے شہداء کی یاد دلاتی ہے۔ یہ نظم ۶ ر ستمبر ۱۹۶۶ء کو لکھی جب جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پورا ایک سال بیت گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کیفی صاحب کے دل و دماغ پر اس جنگ کے کیا اثرات رقم ہوئے تھے۔ "مسلم نوجواں" ایک اور نظم ہے، جس میں یہ پیغام دیا ہے کہ:

ملک و ملت پر فدا عمر رواں کرتے چلو
یہ حیاتِ چند روزہ جاوداں کرتے چلو (۲)

"حادثہ" کے عنوان سے عرب اسرائیل جنگ ۱۹۶۷ء پر ایک پُر سوز اور دلگیر نظم لکھی ہے، جس میں عربوں کی شکست کا جائزہ لیا گیا ہے، سقوطِ ڈھاکہ ۱۶ ر دسمبر ۱۹۷۱ء پر قومی نوحہ لکھا ہے، جس کا پہلا شعر ہی شدتِ غم کا مظہر ہے:

(۱) کیفیات، ص: ۲۸۴
(۲) ایضاً، ص: ۲۸۸

حادثہ سخت بہت سخت ہے رولے اے دل
خشک آنکھیں ہیں انہیں خون سے دھولے اے دل[۱]

"اے دشمنِ اسلام خبردار خبردار" اور "تم ملتِ اسلام کے جانباز سپاہی"، اسلامی جوش وجذبہ سے معمور نظمیں ہیں، ان نظموں میں اقبال کے "شکوہ، جواب شکوہ" اور "خضرِ راہ" کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان میں قرونِ اولیٰ کی تاریخ سے اسلامی تلمیحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح کی اور متعدد نظمیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زکی کیفی ایک سچے مسلمان اور پکے پاکستانی تھے، ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم نے بجا فرمایا ہے کہ " کیفی کی شاعری ایک سچے، دین دار پاکستانی کی شاعری ہے۔"[۲]

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا الطاف حسین حالی نے "مقدمہ شعر وشاعری" میں شعروسخن کے لئے جو معیار قائم کیا تھا، علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں اس کی تکمیل کردی، اور ان کے بعد اگر کسی شاعر نے اُس معیار پر پورا اترنے کی شعوری کوشش کی ہے تو وہ ہیں جناب محمد زکی کیفی۔ لہذا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ علامہ اقبال کے بعد کیفی دبستانِ حالی کا نمائندہ اور آخری شاعر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دورِ حاضر میں اس شعری روایت کو بحال کیا جائے جس کے بانی حالؔی ہیں اور جو ہمارے قومی وملی وجود کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ بات ہمارے دینی حلقے بھی بخوبی جانتے ہیں کہ "نیا پاکستان" بنانے میں اس دور کے شاعروں، ادیبوں اور صحافیوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے، نیز یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ "نیا پاکستان" کا مطلب کیا ہے؟ کیا وہ پاکستان پرانا ہوگیا ہے جس کا خواب قائداعظم محمد علی جناح نے، علامہ اقبال، مولانا تھانوی، علامہ عثمانی اور تحریک پاکستان کے بہت سے رہنماؤں نے دیکھا تھا اور جس کی خاطر لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کیا گیا تھا، یا پھر وہ وقت آگیا ہے جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

سنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنارہے ہیں

درست ہی سہی لیکن یہ بھی تو اقبال ہی کا فرمان ہے:

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

☆☆☆

---

(۱) کیفیات، ص: ۲۸۴

(۲) کیفیات، ص: ۳۴

جناب عبداللہ صدیقی صاحب

ارشاداتِ حکیم الامت
مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

عارفین کا اعلیٰ مذاق: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین کا مذاق ہی جدا ہوتا ہے۔ دوسروں کی نظر وہاں تک کام نہیں کرتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو نابالغی کی حالت میں مرجانا پسند ہے جس میں کوئی حساب کتاب نہیں، گناہوں سے پاک صاف جنت نصیب ہو یا حالتِ بلوغ کو پہنچنا کہ اس کے بعد بڑے خطرات اور مواخذات میں پڑ جاویں۔ فرمایا "یہ ہی حالت پسند ہے کہ بلوغ کے بعد خطروں میں پڑیں۔ اس لئے کہ عدم بلوغ میں حق تعالیٰ کی معرفت نہ تھی جو عین مطلوب ہے۔" کیا ٹھکانا ہے ان عارفین کی وسعتِ نظر کا؟ اور تعلق مع اللہ کا؟۔ بات یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں سے وعدہ ہے حق تعالیٰ کا کیونکہ استقامت اور پوری اطاعت "معرفت" ہی سے ہو سکتی ہے، پس فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ... مَاتَدَّعُوْنَ (حم السجدۃ: ۳۱) ترجمہ: جن لوگوں نے دل سے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر مستقیم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

اور فرماتے ہیں: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ... وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء: ۶۹) ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔ اور اس دوسری آیت کا شانِ نزول ذکر فرمایا کہ حضرت ابورافع ؓ ایک صحابیؓ ہیں۔ ان کو ایک بار یہ غم ہوا کہ یہاں تو جب چاہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوجاتے ہیں مگر جنت میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم بڑے درجے میں ہوں گے اور ہم چھوٹے درجہ میں جہاں ہماری رسائی بھی نہ ہوگی تو وہاں کس طرح دیدار میسر ہوگا؟ اور اس خیال سے ان کو بیحد قلق ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب انہوں نے یہ سنا تو بے حد خوش ہوئے کہ الحمدللہ جنت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا کریں گے۔ اسی طرح دوسرے دوستوں سے جن کا ذکر صدیقین وشہدا وصالحین میں ہے ملا کریں گے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس صورت میں تو کم درجے والے بڑے درجوں میں پہنچ جائیں گے۔ فرمایا کہ (ہاں) پہنچ جائیں گے تو حرج اور حرج اور نقص اور نقض کیا واقع ہوا۔ یہاں پر بھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کم درجہ والے بڑے درجوں والوں کے پاس ملنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں پر معیت کے وہ معنیٰ نہیں جو آپ سمجھے کہ اس درجہ پر مستقلاً پہنچ جائیں گے۔ اب فرمایئے کیا شبہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ کوئی شبہ نہیں رہا۔ عرض کیا کہ کیا جنت میں پہنچ کر حسرت ہوگی اور جی چاہے گا کہ ہم بھی بڑے درجوں میں ہوتے؟ فرمایا: کہ جی نہ چاہے گا جو جس کے لئے تجویز ہوگی اس پر (جنتی) دل سے راضی رہے گا۔

دعا کے ساتھ تفویض

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ "تفویض" کے یہ معنیٰ نہیں کہ مانگے نہیں، تفویض کے معنی تو یہ ہیں کہ یہ عزم رکھے کہ اگر مانگنے پر بھی نہ ملا اس پر بھی راضی رہوں گا۔ تفویض کی حقیقت اگر نہ مانگنا ہوتا تو مانگنے کا امر نہ فرمایا جاتا۔ یہ کوئی باریک مسئلہ نہیں ہے۔ مانگنے کے لئے نص موجود ہے۔ البتہ عین دُعاء کے وقت بھی اس کا استحضار رہے کہ اگر مانگنے پر بھی نہ ملا تو بس اس پر دل سے راضی رہوں گا۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ بڑے بڑے فضلاء کو شبہ ہوا ہے کہ دعاء اور تفویض کیسے جمع ہوں گے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ خوب مانگے اور خوب الحاح وزاری کرے۔ مانگنا ہرگز تفویض کے منافی نہیں۔ مانگنے کو کون منع کرتا ہے۔ اپنے بزرگوں کا بھی یہی معمول رہا ہے جو میں اس وقت بیان کررہاہوں اور ایک کام کی بات بیان کرتا ہوں جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اس میں عبدیت زیادہ ہے کہ یہ سمجھ کر مانگے یہ چیز ضرور ہم کو (ان شاءاللہ) ملے گی اور وہ ضرور ہی دیں گے۔ یہ بھی شان عبدیت کے لئے ایک لازمی چیز ہے۔ اور مانگنے کے آداب میں سے ہے۔ آگے ان کو اختیار ہے کہ اگر بندہ کے لئے وہ مصلحت اور حکمت دیکھیں گے عطاء فرمائیں گے۔ ایک اور بات بیان کرتا ہوں مانگنے کے متعلق جب حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے تو خود اس کو بھی مقصود سمجھو۔ تو مقصود دو ہوئے۔

ایک۔ وہ چیز جو مانگ رہے ہو۔ دوسرے۔ خود مانگنا بھی بلکہ نہ مانگنے پر اندیشہ ہے۔ اس لئے کہ حکم مانگنے کا تھا اس میں استغنی سے کام لیا۔ بعض لوگ خود دُعاء کو مقصود سمجھتے ہیں اور حاجت کو مقصود نہیں سمجھتے۔ یہ غلطی ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعد طعام کے دعاء میں یہ اضافہ فرمایا کرتے تھے "غیر مودع ولا مستغنیٰ عنہ ربنا" یعنی ہم اس کھانے (پینے) کو رخصت نہیں کرتے۔ اس سے مستغنی نہیں، اور صدہا احادیث ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجتیں مانگنا ثابت ہے تو ایسی چیز تفویض کے خلاف کیسے ہوسکتی ہے؟

مانگنے کو تفویض کے خلاف سمجھنا سخت غلطی ہے گو اجتہادی ہے جس کا سبب غلبۂ حال ہے۔

محمد عبید الرحمٰن اُترا ء
تخصص فی الدعوۃ والارشاد سال دوم

داعی راہِ حق

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد ۹ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸ نومبر ۲۰۱۸ء اتوار کی صبح کو دارفناء سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے .انا لله و انا واليه راجعون، ان لله ما اخذ و له ما اعطى و كل شيء عنده باجل مسمىٌّ. اللهم لاتحرمنا اجره و لاتفتنا بعده.

بلاشبہ ان کی وفات پوری امت کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم (نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی) نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ (Tweeter) پر اس سانحہ فاجعہ پر ان الفاظ میں دکھ اور افسوس کا اظہار فرمایا:

"حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی وفات پوری امت کا بڑا سانحہ ہے ان کی پوری زندگی سراپا تبلیغ تھی جس سے پوری دنیا فیضیاب ہوئی۔انالله وانا اليه راجعون، اللهم اكرم نزله ووسع مدخله واسكنه جنات النعيم آمين."

اللہ جل جلالہ کی سنت ہے کہ اس نے اپنے دین کی اشاعت وسربلندی کے لئے ہر زمانے میں ایسی ہستیاں پیدا کیں جنہوں نے اپنی زندگی وقف کردی اور انسانیت کو ضلالت اور بے راہ روی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان ومعرفت کے نور سے منور کرنے میں ساری صلاحیتیں صرف کردیں۔حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی برگزیدہ وچنیدہ شخصیات میں سے تھے،ان کے حالات وواقعات میں طالبانِ راہِ حق کے لیے موعظت ونصیحت کا بڑا سامان ہے۔

ولادت اور ہجرت : حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۹۲۲ء میں ہندوستان کے ایک

گاوں گمتھلہ ضلع کرنال میں ہوئی۔ آپ کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا، تقسیم کے بعد آپ کا خاندان ہجرت کرکے پاکستان کے ضلع وہاڑی تحصیل بورے والا کے چک نمبر EB/331 میں آکر آباد ہوا۔

تعلیم و ملازمت : قرآن پاک بچپن میں ہی پڑھ لیا تھا، ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی پھر اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔اے کرکے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ جسے بعد میں چھوڑ کر خود کو مکمل طور پر دعوت و تبلیغ کے نصب العین کے لئے وقف کردیا۔

اصلاحی تعلق اور اکابر سے کسبِ فیض : حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کالج کی پڑھائی کے دوران، جوانی ہی میں دین کی طرف راغب و شاغل تھے، چنانچہ مختلف اکابر و بزرگانِ دین کی مجالس میں شریک ہوتے، حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کی مجالس میں شریک ہوتے رہے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ اصلاحی تعلق قائم کیا اور خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے، علاوہ ازیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین و اساطینِ علم و فضل سے روحانی و تربیتی کسبِ فیض کیا، چنانچہ حاجی صاحبؒ اپنی مجالس میں کثرت سے مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، علامہ محمد یوسف بنوری صاحبؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی صاحبؒ، مولانا محمد علی جالندھری صاحبؒ، مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ اور دیگر اکابرین و ملی راہنماوں کے تذکرے اور واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔

مجلس احرار سے وابستگی : جوانی میں مجلس احرار اسلام کے ساتھ بھی وابستہ رہے، اور تحریکِ تحفظ ختم نبوت میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔

تبلیغی زندگی کا آغاز : یوں تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابتداء ہی سے دین و بزرگان اور تبلیغ دین سے وابستہ تھے، مگر تبلیغی جماعت کے نام سے موسوم دعوت و تبلیغ کے مفید کام سے ۱۹۴۴ء میں منسلک ہوئے (جسے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۶ء میں شروع فرمایا تھا)، اسی جذبے کے تحت جنوری ۱۹۴۴ء کو مرکز نظام الدین (دہلی) مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تقریباً چھ ماہ حضرت کی صحبت و خدمت میں رہ کر خوب استفادہ کیا، مولانا محمد الیاس صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور فکر نے حاجی صاحبؒ کی زندگی پر بہت گہرا اثر چھوڑا، اور اس کے بعد انہوں نے تبلیغِ دین کے اس کام کے لیے خود کو پوری طرح وقف کر دیا، شب و روز اس کام میں خوب محنت کی، بہت جتن کیے اور مشکل سے مشکل حالات کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تبلیغی جماعت کے مختلف ادوار میں کئی تبلیغی اکابر و بزرگان سے استفادہ اور اکتسابِ فیض کا خوب موقع ملا، جولائی ۱۹۴۴ء میں حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جب ان کے صاحبزادے حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو تبلیغی جماعت کا عالمی امیر نامزد کیا گیا تو حاجی صاحبؒ نے مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خوب استفادہ کیا اور ان کی نگرانی میں مصروفِ کار رہے، ۱۹۶۵ء میں ان کا انتقال ہوا تو حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تبلیغی جماعت کا عالمی امیر مقرر کیا گیا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی خدمت و صحبت اور سرپرستی میں رہ کر کام کا موقع میسر آیا، ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی دس افراد پر مشتمل شوریٰ تشکیل دی جو تین ممالک (پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش) کے حضرات پر مشتمل تھی، ان میں حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ بھی شامل تھے۔

رائیونڈ میں کام کی ابتدا اور حاجی صاحبؒ کی خدمات: ۵۱-۱۹۵۰ء میں رائیونڈ مرکز قائم ہوا اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان میں تبلیغی جماعت کے کام کا پہلا امیر بھائی محمد شفیع قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرمایا جو کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے پرانے ساتھیوں میں سے تھے، ان کی رہائش راولپنڈی میں زکریا مسجد کے قریب تھی اور وہ وہاں سے مہینے میں ایک دو بار رائے ونڈ تشریف لایا کرتے تھے، بقیہ ایام وہیں زکریا مسجد میں اپنے تبلیغی مشاغل سرانجام دیتے۔ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ اور حاجی مشتاق صاحبؒ کا مستقل قیام رائیونڈ مرکز میں تھا، حاجی عبدالوہاب صاحبؒ رائیونڈ سے راولپنڈی مشوروں کے لیے آتے رہتے اور جناب محمد شفیع قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں کام کرتے۔

آغاز میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا پورے اخلاص و ثبات کے ساتھ سامنا کیا، اس وقت جہاں پر رائے ونڈ مرکز ہے، پہلے یہاں خاردار جھاڑیاں اور

کانٹے تھے، ایک چھپر سا تھا، جہاں کئی کئی راتیں حاجی صاحب اکیلے اس بیابان میں گزارتے تھے، آج جہاں گیٹ نمبر ہے اس جگہ ہندو اپنے مردوں کو جلایا کرتے تھے لیکن حاجی صاحب کی انتھک محنت سے اللہ تعالی نے اس جگہ کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ یہاں سے پوری دنیا میں خیر پھیلنے لگی، دن رات محنت اور کوشش کرکے یہ حضرات لوگوں کو کارِ تبلیغ کے لیے تیار کرتے، جو تھوڑے بہت لوگ آجاتے ان کی خدمت خود سرانجام دیتے، تب رائیونڈ کا پانی بھی بہت کڑوا تھا، مہمانوں کے لیے پیدل جاکر لاہور سے پانی لانا پڑتا، آہستہ آہستہ کام بڑھتا گیا اور اللہ تبارک وتعالی نے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول فرمادی۔

۱۹۷۱ء میں بھائی محمد شفیع قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حاجی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدرسہ عربیہ رائیونڈ کے شیخ الحدیث مولانا احسان الحق صاحب مدظلہم کے والد محترم) پاکستان میں تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر مقرر ہوئے ۱۹۹۲ء میں ان کا انتقال ہوا تو حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان میں تبلیغی جماعت کا تیسرا امیر مقرر کیا گیا۔ اور تادمِ آخر انہوں نے اس امارت کو خوب نبھایا اور حق ادا کردیا، اولاد کوئی تھی نہیں، اہلیہ محترمہ کا بھی کچھ عرصہ بعد انتقال ہوگیا، حق تعالی شانہ نے ہر طرف سے آپ کو تبلیغ کے لیے فرصت عطا فرمادی تھی یوں آپ نے اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کردیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شیخ الحدیث حضرت مولانا نذرالرحمٰن صاحب مدظلہم (خلیفہ ومجاز حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو پاکستان میں تبلیغی جماعت کی قائم شدہ شوری اور رائیونڈ مرکز کے مشورے کا امیر اور فیصل مقرر کیا گیا ہے۔

دعوتی کام سے شغف: ۷۵ رسالہ اپنے اس تبلیغی دور میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعالی نے ہر وقت اللہ تعالی کی عظمت و کبریائی اور اللہ سے سب کچھ ہونے اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کو بیان کیا، پوری امت مسلمہ میں امت پنا پیدا کرنے کی دھن میں دن رات محنت کی، دعوت دین کے معاملے میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ حال انسان تھے مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

> ایک بار میں اور مولانا احسان صاحب مدظلہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضرت کرتہ پہن رہے تھے، بازو ڈالنے ہی لگے تھے کہ ہمیں دیکھ کر ہم سے گفتگو شروع فرمادی حتی کہ ۱۵ منٹ اسی حالت میں گفتگو فرماتے رہے اور ہاتھ وہیں رہے"

ایسے ہی اگر لقمہ ہاتھ میں ہوتا اور کوئی آجاتا تو بات چیت شروع فرمادیتے اور لقمہ وہیں ہاتھ میں ہی

رہتا، اسی لیے ان کے سفر وحضر کے دیرینہ خادم مولانا محمد فہیم صاحب مدظلہ (مدرس مدرسہ عربیہ رائیونڈ) کھانے کے وقت حاجی صاحب کے پاس کسی کو ملاقات کے لیے نہ آنے دیتے۔ رمضان شریف میں حاجی صاحبؒ کی محنت کئی گنا بڑھ جاتی تھی اور اس پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود وہ روزہ رکھ کر کئی کئی گھنٹے گفتگو فرماتے، ایسے کئی واقعات ہیں جن سے ان کی جنون کی حد تک کام کی لگن اور دھن عیاں ہوتی ہے اسی داعیانہ شوق ولگن میں انہوں نے ڈیڑھ سو سے زائد ممالک کے تبلیغی اسفار فرمائے اور اللہ کا کلمہ بلند کیا۔

دن کی انتھک محنت کے ساتھ ساتھ ان کی رات بھی تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ کا ایک عابدانہ منظر پیش کرتی تھی، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم و رفیق سفر مولانا اخلاق احمد صاحب مدظلہم (مہتمم، مدرسہ عربیہ ظہور الاسلام تلہ گنگ) بتاتے ہیں کہ:

"حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری رات میں بمشکل دو سے تین گھنٹے سو پاتے، بے چینی کی حالت میں اٹھ جاتے اور پھر رات کا ایک بہت بڑا حصہ اعمال و اشغال اور بارگاہِ ایزدی میں الحاح و زاری کی کیفیت میں گزارتے اور سنت کا حد درجہ اہتمام تھا، کوئی کام اگرچہ بظاہر معمولی نظر آنے والا ہوتا اس میں بھی سنت کا پورا اہتمام فرماتے"۔

علالت اور رحلت: حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کئی سال سے پھیپھڑوں کا عارضہ لاحق تھا، کاربن ڈائی آکسائیڈ کا خروج بالکل نہیں ہو رہا تھا، کئی دفعہ وینٹی لیٹر (Ventilator) پر جانا پڑا، پچھلے کئی سال سے مسلسل یہی صورتِ حال تھی، اس دفعہ جب وینٹی لیٹر (Ventilator) پر گئے تو پھر رو بہ صحت نہ ہو سکے اور اس فانی جہان کو خیرباد کہہ گئے۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً۔ اور ان کی وفات حسرت آیات کی خبر سے مسلمانانِ عالم پر غم اور افسوس کی حالت طاری ہوگئی، ان کی کوئی صلبی اولاد نہ تھی، لیکن روحانی اولاد لاکھوں میں ہیں، چنانچہ جیسے ہی مولانا عبیداللہ خورشید بن مولانا جمشید علی صاحب رحمۃ اللہ تعالی نے مجمع میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سنائی تو سارا مجمع زار و قطار رونے لگا۔

وصیت اور جنازہ:

جنازہ سے پہلے مولانا فہیم صاحب مدظلہم نے حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ کی مندرجہ ذیل وصیت پڑھ کر مجمع کو سنائی:

"مجھ سے تعلق اور محبت رکھنے والے تمام احباب کو میری یہ وصیت ہے کہ اپنی سوچ وفکر اور

صلاحیت واستعداد کو دین کی اس محنت کی سرسبزی وشادابی کے لیے صرف کریں، اللہ تعالیٰ شانہ آپ سب کو اپنا تعلق اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور کماحقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی جہد میں لگنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین"۔

اجتماع والی جگہ پر جنازہ مولانا نذر الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ نے پڑھایا، جہاں تقریباً تیرہ لاکھ تک کے مجمع کا انتظام کیا گیا تھا، جبکہ مجمع اس سے کہیں بڑھ گیا اور ایک بہت بڑی تعداد ایسی تھی جو ٹریفک ہجوم اور ازدحام کی وجہ سے شرکت نہ کرسکی، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے نے ایک بہت بڑا سبق دیا کہ جو انسان اللہ کا ہوجاتا ہے تو اللہ اس کا ہوجاتا ہے اور ساری مخلوق کے دل میں اس کی محبت پیدا فرمادیتا ہے۔حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم.

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.............................. (ادارہ)

سوال: بجلی کے بل کے علاوہ اضافی جرمانہ بغیر کسی وجہ کے لگتا ہے مثلاً پانچ ہزار سے دس ہزار تک تو ہم یا تو میٹر کی رفتار کو سست کرادیتے ہیں یا بجلی کو میٹر میں داخل ہونے سے پہلے دوسرا کنکشن لگادیتے ہیں۔ اگر یہ دونوں طریقے شرعاً درست نہیں ہیں تو اس جرمانے کی تلافی کے لئے متبادل کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اضافی جرمانے کا ہمیں میٹر کے یونٹ سے پتہ چلتا ہے مثلاً تین سو یونٹ کے اگر پانچ ہزار روپے آتے ہیں تو وہ پانچ ہزار کے بجائے دس ہزار بل لاگو کردیتے ہیں۔

جواب: اس صورت میں اگر واقعی محکمہ استعمال شدہ یونٹس سے زیادہ کا بل بناتا ہے تو یہ سراسر ناانصافی اور ظلم ہے، اور ان کے لئے اضافی پیسے لینا جائز نہیں، آپ متعلقہ حکام اور محکمہ سے رجوع کرکے ان کو اس بات سے آگاہ کریں تاکہ وہ آئندہ اس قسم کا اضافی جرمانہ نہ لگائیں، اور جو اضافی رقم اب تک وہ آپ سے لے چکے ہیں اس کے اصل حقدار آپ ہیں، ان کو یہ رقم آپ کو واپس کرنا یا اتنی رقم کے عوض بجلی دینا لازم ہے، اگر متعلقہ محکمہ آپ کو آپ کی رقم یا اس کے عوض بجلی نہ دے تو آپ کو اپنا جائز اور ثابت حق وصول کرنے کے لئے بجلی کے اتنے یونٹس استعمال کرنے کی گنجائش ہے جو محکمہ کے طے شدہ اصول کے مطابق آپ کی رقم کے عوض بنتے ہوں لیکن اپنی رقم سے زائد کے یونٹس استعمال کرنا جائز نہیں۔ (الدر المختار: ۴: ۲۰۰)

سوال: حال ہی میں سعودیہ عرب / قطر کے مشہور ٹیلی ویژن فلم گروپ نے ایک فلم بنائی ہے جس کا نام عمر سیریز ہے۔ اس فلم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں دکھائی گئی، البتہ صحابۂ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی مثبت ایکٹنگ کی گئی ہے۔ کیا اس فلم کو دیکھنا جائز ہے؟ یا کسی حد تک گنجائش موجود ہے؟

جواب: اس صورت میں ذکر کردہ عمر سیریز کے نام سے بنائی گئی فلم جس میں اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک نہیں دکھائی گئی اور حضرات صحابہ کرام وصحابیات رضی اللہ عنہم وعنہن کے کردار کی

مثبت ایکٹنگ کی گئی ہے، اس کا دیکھنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ نیز مقدس ہستیوں کے کردار پر بنائی گئی اس قسم کی دیگر فلمیں ان کا بنانا ان کی خرید وفروخت کرنا، خود دیکھنا اور دوسروں کو دکھانا حرام اور سخت گناہ ہے، جس سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ یہ فلمیں مختلف پہلو سے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے ادبی اور توہین پر مشتمل ہیں، ان فلموں سے ان مقدس ہستیوں کی شان مجروح ہوتی ہے، کسی کی داڑھی، کسی کا لباس کسی کی کوئی اور ادا خلاف واقع دکھائی جاتی ہے اور اس کی منظر کشی کی جاتی ہے۔ (ماخذہ: التبویب بتصرف ۱۳۶۹/۱۳/۱۳)

سوال: موبی کیش /ایزی پیسہ /او منی کے کسٹمرز اکاؤنٹ میں رقم کی ٹرانزیکشن پر ہم دوکاندار کسٹمرز سے ہزار روپے پر دس روپے لیتے ہیں۔ جبکہ کمپنی کی طرف سے ایسی کوئی ڈیمانڈ نہیں ہے۔ کمپنی ہم دوکانداروں کو ایک مخصوص شرح سے کمیشن ادا کرتی ہے۔ بلکہ کمپنی صارفین کو یہ ہدایت بھی کرتی ہے کہ آپ نے مرچنٹ کو اضافی رقم نہیں دینی۔ اور ٹرانزیکشن میسیج میں صرف اصل رقم دینے اور فیس کی مد میں زیرو روپے بھی لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور کمپنی اپنے صارفین کو یہ سہولت نہایت رعایتی نرخ پر فراہم کرتی ہے۔

اگر اس زائد فیس کی وصولی کی کمپلینٹ کمپنی کو ہو جائے تو کمپنی مرچنٹ کا لائسنس منسوخ کرنے کو کہتی ہے گو کرتی نہیں ہے، لیکن اس معاملے میں کمپنی کی طرف سے مرچنٹ پر خاصا دباؤ ہوتا ہے ہم دوکاندار حضرات پھر بھی علیحدہ سے پیسے وصول کرتے ہیں جس کی کوئی رسید یا پرچی بھی نہیں ہوتی۔ علاقہ کے امام مسجد سے استفسار سے کیا تو انہوں نے اس کو حرام کہا ہے۔ اب بعض دوکاندار کہتے ہیں کہ ہم نے علماء سے پوچھا ہے وہ اسے جائز کہتے ہیں۔

کچھ کہتے ہیں کہ کمپنی اتنا کمیشن نہیں دیتی جس سے ہمیں نفع ہو۔ کچھ کہتے ہیں کہ کونسا ہم زبردستی لیتے ہیں کسٹمر اپنی خوشی سے دیتا ہے۔ اور کسٹمر اپنی خوشی سے اس لئے دیتا ہے کہ نا دینے پر وہ مرچنٹ پھر رقم کی ٹرانزیکشن نہیں کرتے۔ اسی ڈر سے کسٹمر دوکاندار کو خوش رکھنے کے لئے یہ مخصوص رقم ادا کرتے ہیں اور ایک وجہ کسٹمر کا لالچ بھی ہے۔ کہ اگر وہ شناختی کارڈ پر رقم ٹرانسفر کرے گا تو کمپنی کی فیس ایک ہزار روپے پر ساٹھ روپے بھرنی ہوگی، اکاؤنٹ میں ٹرانسفر مفت ہے تو وہ ہزار پر دس روپے دکاندار کو دیکر اکاؤنٹ میں مفت ٹرانسفر کروا کر اپنے پیسے بچاتے ہیں۔ اس صورت میں بھی دوکاندار کو ایک مخصوص رقم ملتی ہے جس کو لینے اور دینے سے کمپنی دوکاندار اور کسٹمر دونوں کو منع کرتی ہے۔

جواب : اس صورت میں رقم کی ٹرانزیکشن کرنے پر دوکاندار کے لئے گاہک سے اضافی کمیشن لینا جائز نہیں ہے کیونکہ :

(الف) سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جب کمپنی دوکاندار (مرچنٹ) کو رقم کی ٹرانزیکشن کرنے پر مخصوص شرح سے کمیشن ادا کرتی ہے، اور گاہک سے اضافی رقم لینے سے منع کرتی ہے حتی کہ اگر معلوم ہو جائے تو کمپنی کو مرچنٹ کا لائسنس منسوخ کرنے کا بھی حق حاصل ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو ایسی صورت میں دوکاندار کے لئے رقم کی ٹرانزیکشن کرنے پر گاہک سے اضافی رقم لینا کمپنی کے ساتھ کئے گئے معاہدے کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(ب) کمپنی کے ساتھ معاہدہ ہو جانے کی وجہ سے کسٹمر سے اضافی کمیشن لئے بغیر رقم کی ٹرانزیکشن کرنا دکاندار کی ذمہ داری میں داخل ہے۔ اس کے باوجود دوکاندار کا ٹرانزیکشن کی خدمت انجام دینے پر گاہک سے اضافی پیسے لینا اور اگر نہ دے تو کام کرنے سے انکار کرنا درست نہیں ہے، اس صورت میں یہ اضافی رقم رشوت کے حکم میں ہوگی جس کا لینا ناجائز ہے۔ لہٰذا مذکورہ رقم لینے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ (الفتاوی الھندیہ:۴:۴۱۱)

سوال : ہم دوکاندار گیس بجلی کے بل وغیرہ بھی بھرتے ہیں، بل چاہے جتنے کا بھی ہو اس کی ادائیگی میں بینک چالان ۸؍روپے ہوتا ہے اس میں سے دوڈھائی روپے دکاندار کو مل جاتے ہیں اس کے علاوہ مزید چارجز لینے کی کمپنی کی طرف سے دکاندار کو اجازت نہیں ہوتی لیکن دکاندار پھر بھی دس یا پندرہ روپے کسٹمر سے لے لیتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ہم لوگ یہ پیسے خود جا کر بینکوں میں جمع کرتے ہیں، مشقت برداشت کرتے ہیں اس لئے ہم یہ اضافی رقم لے رہے ہیں۔

جواب : گیس بجلی وغیرہ کے بل بھرنے پر بینک چالان کے علاوہ اضافی چارجز لینے کی اگر کمپنی کی طرف سے ممانعت ہے اور دکاندار بھی وہی کام انجام دیتا ہے جو کمپنی کے ساتھ کئے گئے معاہدے میں شامل ہے اور دکاندار کو ان تمام کاموں کی اجرت بھی کمپنی کی طرف سے ملتی ہے تو اس صورت میں دکاندار کے لئے بل بھرنے پر اضافی چارجز لینا درست نہیں ہے کیونکہ ان کاموں کی اجرت وہ کمپنی سے وصول کرتا ہے، نیز یہ کمپنی کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی بھی ہے۔ (بدائع الصنائع:۴:۱۹۱)

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

جلسۂ تقسیم انعامات

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ حفظ وناظرہ اور درس نظامی وتخصصات کے سہ ماہی امتحانات بابت ۱۴۴۰ھ میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات دینے کے لئے ایک جلسہ رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی صدارت میں جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں بروز جمعرات ۶ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ کو منعقد کیا گیا۔

قابل انعام طلبہ کو حضرت مولانا افتخار احمد صاحب حفظہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم نے انعامات تقسیم فرمائے جبکہ پورے جامعہ کی سطح پر پوزیشن لینے والے اور پہلی بار پوزیشن لینے والے طلبہ کو خصوصی انعام، رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنی دعاؤں کے ساتھ عنایت فرمایا اور طلبہ سے خطاب فرمایا، اس خطاب کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

ماشاءاللہ جن ہونہار طلبہ نے انعامات حاصل کئے ہیں ان کی سعادت بھی ہے یہ اساتذہ کرام کے ان پر اعتماد کا اظہار بھی ہے اس پر شکر ادا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ یہ انعامات آپ کو مبارک فرمائیں میں ان طلبہ کے اساتذہ اور ان کے سرپرستوں کو بھی مبارک باد دیتا ہوں، طلبہ کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے احسان مند رہیں بلکہ اپنے سرپرستوں کے احسان کو بھی یاد رکھیں جنہوں نے مجاہدہ کرتے ہوئے آپ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا اور آپ کو دین کے راستہ میں نکالا، دین کے راستے میں نکلنا ایک بہت بڑی سعادت ہے، اس پر بشارت دی گئی ہے **من سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له به طریقا الی الجنة** جو طلبہ بالخصوص دور دراز سے آنے والے طلبہ کے لئے جنت کی بشارت ہے اس لئے اس نعمت پر اس سعادت پر شکر ادا کرتے ہیں۔

یہ طلبہ دین جو دین پڑھنے اور سیکھنے کے لئے ہمارے پاس آنے میں یہی ہمارا سرمایۂ آخرت بھی ہیں ہم تو ان طلبہ کو اس لحاظ سے اپنا محسن سمجھتے ہیں، ان کے آجانے سے ہمیں پڑھانے کا موقع ملا، اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے لئے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائیں، اس لئے اساتذۂ کرام کو بھی اس نعمت پر شکر ادا کرنا چاہئے، دین سیکھنا اور سکھانا دونوں ہی نعمت ہیں، طلبہ کے لئے بھی سعادت ہے اساتذہ کرام کے لئے بھی سعادت ہے، دونوں کو ہی شکر ادا کرنا

(مدرسۃ البنات میں معلمات اور طالبات بھی بذریعہ اسپیکر یہ بیان سن رہی تھیں اس لئے فرمایا) طالبات
کو چاہیے اور معلمات سے بھی یہ خطاب ہے جو آپ سے کر رہا ہوں، معلمات اور طالبات بھی اس نعمت کا شکر ادا کریں۔
اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسی سعادت اور نعمت سے نوازا ہے، جبکہ یہ فتنوں کا دور ہے، چاروں طرف سے مختلف فتنوں کی
یلغار ہے، دوسرا فتنہ آنے سے پہلا فتنہ ہلکا معلوم ہونے لگتا ہے، حدیث شریف میں اس کی خبر دے دی گئی تھی،
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کے بارے میں بتلادیا تھا، یہ بھی فرمایا تھا کہ "یقلل بعضھا بعضا" مگر
فتنوں کی خبر دینے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بچنے کی دعا بھی سکھائی ہے، ان دعاؤں کا اہتما
رکھیں گے تو ان شاء اللہ ان فتنوں سے حفاظت رہے گی۔

اللھم انا نعوذبک من الفتن ماظھر منھا وما بطن ، اللھم انا نعوذبک من
الحور بعد الکور ، اللھم لا تنزع منا صالح ما اعطیتنا

فتنوں سے حفاظت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ: اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مشغول رہیں، طلبہ علم سیکھنے
میں، تربیت حاصل کرنے میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں، اساتذۂ کرام اپنی درسی خدمات کو بھر پور طریقے سے
انجام دینے کا اہتمام رکھیں، کارکنان اپنی اپنی ڈیوٹیاں انجام دیتے رہیں۔

درجہ وار اول دوم وسوم پوزیشنیں تو ہر درجہ کے طلبہ نے لی ہیں مگر پورے جامعہ کی سطح پر پوزیشنیں اوپر کے
درجات کے طلبہ نے نہیں لیں یہ بات قابل توجہ ہے۔اوپر کے درجات کے طلبہ کو بھی مزید کوشش کرنی چاہئے، اسی
طرح جن طلبہ کو انعام نہیں ملا وہ بھی مزید کوشش کرتے رہیں، مایوس نہ ہوں۔

آپ نے دیکھا کہ ایسے بہت سے طلبہ ہیں جنہوں نے پہلی بار پوزیشن لی ہے اس سے پہلے ان کی پوزیشن نہیں
آئی تھی، آپ ان طلبہ سے سبق حاصل کریں، اور مزید محنت کریں، آپ کا نام بھی انعام یافتگان میں آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتوں پر شکر کی اور کوتاہیوں پر استغفار کی توفیق عطا فرمائیں۔اور تمام مدارس، دینی اداروں، طلبہ
وعلماء کی حفاظت فرمائیں، ہمارے وطن عزیز پاکستان اور تمام اہل پاکستان کی حفاظت فرمائیں۔آمین

حضرت رئیس الجامعہ، دامت برکاتہم، کا سفر ابوظہبی

ابوظہبی میں مسلمانوں کی ایک تنظیم "منتدی تعزیز السلم فی المجتمعات المسلمۃ" کے
نام سے کام کررہی ہے، اس کے رئیس عبداللہ بن بیّہ ہیں، مسلم سوسائٹی میں امن کا فروغ اس تنظیم کا مقصد
ہے، الشیخ عبداللہ بن زید آل نھیان، حفظہ اللہ، کی عنایت سے اس تنظیم نے "حلف الفضول فرصۃ
للسلم العالمی" کے عنوان سے ایک کانفرنس (۵/تا۷/دسمبر ۲۰۱۸ء کو) ابوظہبی میں منعقد کی۔
جناب عبداللہ بن بیّہ کی دعوت پر رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

صاحب، دامت برکاتہم، اس کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۵؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۴؍دسمبر ۲۰۱۸ء منگل کے روز ابوظہبی تشریف لے گئے، جہاں آپ نے اس کانفرنس میں شرکت فرمائی، سامعین میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی اور دیگر غیر مسلم مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شریک تھے۔

حضرت والا کے علاوہ اور بھی متعدد علماء کرام نے اپنے اپنے مقالہ جات پیش فرمائے، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی، حفظہ اللہ، اور حضرت والا کی اہلیہ محترمہ بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔

کانفرنس کی مصروفیت سے فارغ ہوکر حضرت والا دامت برکاتہم ۲۹؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ (۸؍دسمبر ۲۰۱۸ء) ہفتہ کے روز الحمدللہ بخیر وعافیت واپس کراچی تشریف لے آئے۔

حضرت نائب رئیس الجامعۃ دامت برکاتہم کے اسفار

۲۴؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ / ۷؍اگست ۲۰۱۸ء: نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم آج کراچی سے مسقط، ابوظہبی اور کوالالمپور کے اسفار پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے مسقط میں المجلس الشرعی کے تین روزہ اجلاس کی صدارت فرمائی، وہاں سے دولۃ الامارات کی خصوصی دعوت پر ۸؍ستمبر کو ابوظہبی تشریف لے گئے، جہاں سنٹرل بنک کی طرف سے ایک الھیئۃ العلیا للاشراف والرقابۃ علی المصارف الاسلامیۃ قائم ہوئی ہے۔ اس کے اجلاس میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو بنیادی ھدایات دینے کے لئے خصوصی دعوت پر مدعو کیا گیا تھا۔ اس موقع پر امارات کے علماء کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جس سے آپ نے خطاب فرمایا۔ پھر ۹؍ستمبر کو دبئی سے کوالالمپور روانہ ہوئے اور وہاں بارہ روزہ قیام کے دوران مجلس الخدمات المصرفیۃ الاسلامیۃ (IFSB) کے شریعہ بورڈ کے اجلاسات میں شرکت فرمائی۔

یہ ادارہ مرکزی بنکوں کے لئے ایسے معاییر مرتب کررہا ہے جن کے تحت ہر ملک کا مرکزی بنک اپنے ملک میں موجود اسلامی مالیاتی اداروں کی نگرانی کرے اور ان کے خصوصی حالات کے مطابق نگرانی کے ضوابط مقرر کرے۔

کوالالمپور کے قیام کے دوران جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب سے بھی مفصل ملاقات ہوئی جس میں متعدد مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

۲۲؍نومبر کو کوالالمپور سے ابوظہبی تشریف لے گئے جہاں مصرف ابوظبی الاسلامی کی ھیئۃ الرقابۃ الشرعیۃ کے اجلاس میں ۲۳؍نومبر کو شریک ہوکر ۲۴؍نومبر کو دبئی سے کراچی واپس تشریف لے آئے۔

۱۵؍محرم الحرام ۱۴۴۰ھ / ۲۷؍اگست ۲۰۱۸ء: نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم آج اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں آپ نے افغانستان سے آئے ہوئے علماء کرام کے وفد سے ملاقات فرمائی، اور ان پر واضح کیا کہ افغانستان میں امن کی کوئی کوشش اُس وقت تک بارآور نہیں ہوسکتی جب تک طالبان افغانستان

اس میں شریک نہ ہوں، اور افغانستان سے امریکی فوجوں کا انخلاء نہ ہو۔ اسی شام آپ واپس کراچی تشریف لے آئے۔

۱۷/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ /۲۷/اکتوبر ۲۰۱۸ء : نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے ۱۸/صفر سے ۲۲/صفر تک مجمع الفقه الاسلامی کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی اور ابحاث میں حصہ لیا۔ یہ اجلاس الجامعة الاسلامیه مدینه منورہ کی ضیافت میں منعقد ہوا، پھر مدینہ منورہ ہی میں المجلس الشرعی کے تین روزہ اجلاس کی صدارت فرمائی جس میں معیار "بیع الدیون" کے باقی ماندہ حصے کی تکمیل کی گئی۔ ۲۴/صفر (۲ نومبر) کو جدہ تشریف لے گئے۔ جہاں سے مکہ مکرمہ حاضری دی، اور البنک الاسلامی للتنمیه کی هیئة الرقابة الشرعیه کے اجلاس میں شریک ہوکر ۶ نومبر کو کراچی واپس تشریف لے آئے۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... غنية الناسك فى بغية المناسك

نام مؤلف .... علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج وتحقیق وتعلیق .... مولانا ابوبکر احسان کاکاخیل صاحب

ضخامت .... ۶۴۱ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: ۴۵۰ روپے

ناشر .... مکتبہ انوار الحرمین، مردان۔ پاکستان۔ 03075715716

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، اس کے احکام وفضائل کتاب وسنت میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، عربی، اردو، فارسی اور دیگر تقریباً تمام زبانوں میں حج وعمرہ کے موضوع پر بہت زیادہ کتابیں تحریر کی گئی ہیں ان میں بہت ہی مفصل، مستند اور جامع کتاب علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب "غنية الناسك فى بغية المناسك" ہے جس کا نیا ایڈیشن اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

علامہ محمد حسن شاہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے معروف علاقے "سوات" میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد رامپور تشریف لے گئے، دو سال تک وہاں زیر تعلیم رہے۔ اس کے بعد دو سال حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں رہ کر دو مرتبہ صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر دار العلوم دیوبند اور ولایت بھوپال میں فنون عقلیہ حاصل کئے اور دہلی میں دو سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

آخر کار مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے، کافی عرصہ مدرسہ صولتیہ میں مدرس رہے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مناسک حج پر خصوصی دسترس حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حج کے مسائل میں لوگوں کو آپ ہی کی طرف متوجہ فرماتے تھے اور مشکل مسائل میں خود بھی انہی سے رجوع کرتے تھے۔ ۱۳۴۶ھ میں مکہ مکرمہ میں آپ نے وفات پائی اور جنت المعلّٰی میں تدفین کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کی مذکورہ کتاب شروع سے شائع ہوتی چلی آرہی ہے مگر مطالعہ کرنے والوں کی سہولت کے لئے احادیث طیبہ اور نصوص فقہیہ کی تخریج، عنوانات کی تعیین اور پیراگراف کی صورت میں عبارت کی ترتیب وغیرہ پر مزید کام کرنے کی ضرورت تھی۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے متخصص جناب مولانا ابوبکر احسان صاحب نے اس عظیم خدمت کا بیڑا اٹھایا اور اپنے فاضل رفقاء کی معاونت سے انہوں نے مذکورہ امور بڑی عمدگی کے ساتھ انجام دیئے، ساتھ ساتھ حاشیے میں امور ذیل پر بھی انہوں نے بڑی تحقیق کے ساتھ محنت کی ہے:

۱۔ املاء وترقیم کے مروجہ قواعد کے مطابق عبارت کو منقح کیا ہے۔

۲۔ "قولہ" کے عنوان کے تحت حاشیے میں مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے۔

۳۔ "الملاحظة" کا لفظ لکھ کر بعض جدید مسائل کا اضافہ کیا ہے۔

۴۔ "التنبیه" کا عنوان قائم کر کے ایسے مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں لفظی، معنوی یا حکم کے اعتبار سے کوئی غلطی موجود تھی۔

۵۔ ائمۂ حنفیہ کے مابین اختلافی مسائل میں قول راجح کی تعیین کی گئی ہے۔

۶۔ کتاب میں جن احادیث کا صرف کچھ حصہ ذکر کیا گیا ہے ایسی احادیث کا بقیہ حصہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

۷۔ کتاب میں درج کی گئی کوئی حدیث اگر اصل مصدر کے متن کے موافق نہیں تھی یا کسی حدیث کو روایت بالمعنیٰ کے طور پر نقل کیا گیا تھا اس کا اصل اور صحیح مکمل متن تحریر کر دیا گیا ہے۔

۸۔ کتاب میں جن علماء اور نادر کتب کا ذکر آیا ہے، ان علماء کرام کے تراجم کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کا مختصر تعارف بھی پیش کر دیا گیا ہے۔

۹۔ غنیۃ الناسک کے قدیم وجدید نسخوں کا تقابل کر کے مکمل عبارت کی تصحیح کی ہے۔

۱۰۔ ائمہ ثلاثہ کے اقوال کی تحقیق خود ان کی معتمد کتب سے درج کی گئی ہے۔

۱۱۔ آخر میں "الفهارس الفنیه" کے عنوان سے چھ فہرستیں بھی دی گئی ہیں جو بجائے خود لائق استفادہ ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چیزوں کا اہتمام کیا گیا ہے جن کا اندازہ مطالعہ کرنے والوں کو خود ہی ہو جائے گا۔

اس عظیم الشان کتاب کی یہ خدمت لائق تحسین ہے۔ جس پر مولانا ابوبکر احسان صاحب اور ان کے ساتھ جدوجہد کرنے والے علماء کرام مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی اس عرق ریزی کے نتیجے میں کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، امید ہے اہل علم اس کی قدر کریں گے۔ (ابومعاذ)

☆☆☆

نوٹ: فائل کا حجم کم کرنے کیلئے شمارے میں موجود تمام بڑے اشتہارات اس ایک فائل میں چھوٹے سائز میں شامل کئے گئے ہیں۔ راشد